وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

# رسالہ اشاعت اسلام

## اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

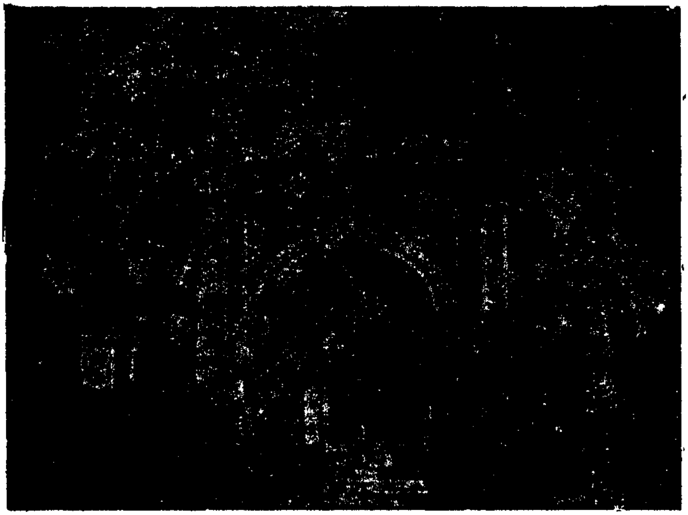

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اللہ اکبر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ - اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ - وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے - گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

## لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

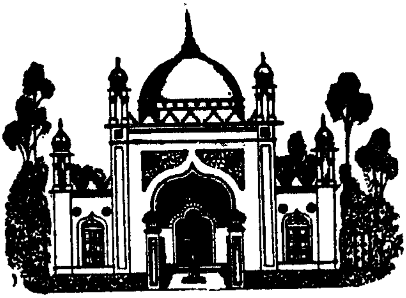

شاہجہانی مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

# ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

## یورپ ، امریکہ وکل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

**(۱) تشکیل مشن -** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے - اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو) - (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ - شامل ہیں -

**(۲) اغراض و مقاصد -** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا - (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا - (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا - (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے -

**(۳) تبلیغی مسلک -** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے - (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں - (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں - (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں - یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا - (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں - جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں -

**(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع -** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی - ہزاروں کی تعداد میں - یورپ ، امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلم و نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے - (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے - (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں - لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مبلغین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں - (۶) عیدین کے سالانہ اجتماع ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں - مبلغین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی - اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھ

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم کے لئے ۱/۲ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

# فہرست مضامین

رسالہ

# اشاعت اسلام

| جلد ۳۳ | بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۴۷ء | نمبر ۲-۳ |
|---|---|---|

| نمبر شمار | مضامین | مضمون نگار | نمبر صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | شذرات | از قلم خواجہ عبد الغنی سکریٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ | ۴۲ |
| ۲ | جھوٹے مذہب کی تباہی | ایک انگریز مسلمان کے قلم سے | ۴۵ |
| ۳ | مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی جدوجہد کے تاثرات | از خواجہ عبد الغنی صاحب سیکریٹری ووکنگ مسلم مشن۔ | ۴۷ |
| ۴ | آستانۂ صداقت اسلام | از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان | ۴۹ |
| ۵ | اسوۂ حسنہ | از قلم مجاہد فی سبیل اللہ - - - - | ۷۳ |
| ۶ | عیسائیت میں انحطاط | ایک برطانوی مسلم کے قلم سے - - - - | ۸۱ |
| ۷ | حضرت محمد صلعم سماجی مصلح کی حیثیت سے | از یحییٰ النصر پارکنسن - - - - | ۸۳ |
| ۸ | عید الضحیٰ (۱۳۶۵ ہجری) شاہجہان مسجد ووکنگ میں | از جناب بشیر پکیڈ صاحب - - - - | ۹۲ |

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

www.aaiil.org

# شذرات

برادران اسلام کی حالت اور ان کی ذہنیت ایک خاص کیفیت اپنے اندر رکھتی ہے - ایک طرف تو ان کا یہ محکم ایمان ہے کہ قرآن مجید نہ صرف چند مذہبی صداقتوں اور حقائق کی تشریح کے لئے نازل ہوا - بلکہ وہ یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ کتاب حمید ایک ایسے جامع دستور العمل کی حامل ہے جو انسان کی زندگی کے ہر مرحلہ پر کام آسکتا ہے - اس عقیدے کے ہوتے ہوئے کسی مشکل کے رونما ہو جانے پر ہمارا قرآن کریم سے تمسک نہ کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ہم اپنے معتقدات پر ایمان نہیں رکھتے -

---

قرآن کریم تو الٓر۔ کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الظلمٰت الی النور کا دعوے کرتا ہے یعنی یہ کہ میں ہر اندھیرے میں مشعلِ راہ ہوں - تو پھر ایسے وقت جبکہ چاروں طرف ظلمت ہی ظلمت چھائی ہوئی ہے - ہم اسے چھوڑ کر کیوں کسی اور روشنی کی تلاش میں سرگرداں ہوں -

---

جب اس کتاب حکیم میں ہر مشکل کا حل موجود ہے - تو پھر مصائب و آلام کے پیدا ہو جانے پر ہم کیوں قرآن مجید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے - ہمارا طریق عمل منافقت کی حد تک پہنچتا ہے جب خود ہمارا اس پر عمل نہیں - تو ہم کیوں دوسروں کو اس کی طرف بلاتے ہیں -

---

گذشتہ پچاس سالوں میں نہ ہمارے اس طریق عمل نے ہی تحقق کر دیا - بلکہ مصائب و تکالیف پیش آمدہ کے رونما ہونے پر ہم نے قرآن کریم کو پس پشت ڈالکر جو خارج از قرآن راہیں اختیار کیں - ان سبب میں ہم ناکامیاب ہوئے -

---

اس وقت چاروں طرف سے ہمیں مشکلات نے محصور کیا ہوا ہے۔ اغیار ہماری قومی ہستی معدوم کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور انہوں نے ملک میں ہمیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی ٹھان لی ہے۔ ہم ان باتوں کو سمجھ چکے ہیں لیکن ہمارے سامنے کوئی راستہ نہیں۔ اگر قرآن کریم بھی اس راستہ کے بتلانے سے عاجز ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس سے روگردان نہ ہو جائیں۔

---

اگر مغربی تمدن و معاشرت نے ہمیں آج تک اپنا والا و شیدا بنا رکھا تھا۔ تو یہ تمدن نہ تو صرف ناقص ہی ثابت ہو چکا ہے۔ بلکہ ایک دو سو برس کے عرصہ میں آج چند یوم کا مہمان نظر آتا ہے۔ اس کے بالمقابل اسلامی تمدن نے تو کمال شان و شوکت کے ساتھ کئی سو سال تک دنیا پر حکومت کی۔ اور اس وقت دنیا سے غائب ہونے لگا جب مسلمانوں نے اس کے اساس اصولوں کو چھوڑ دیا۔ جب دنیا جانتی ہے کہ اسلامی ترقی خالصتہً قرآن شریف سے وابستہ تھی۔ تو پھر ہم کیوں قرآن کریم کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

---

ہم جس قدر پاپڑ بیل سکتے تھے گذشتہ پچاس سالوں میں بیل چکے۔ ہم ہر اس ہنگامی و وقتی تحریک میں سوائے پاکستان کی متبرک تحریک کے بری طرح ناکام ثابت ہوئے۔ کیا یہ حالات ہمارے لئے کافی سبق نہیں کہ ہم ان سب باتوں کو چھوڑ کر اپنی مرض کے علاج کے لئے کوئی ایسا نسخہ تلاش کریں۔ جو ان معاملات میں مجرب ثابت ہو چکا ہو۔ اور وہ نسخہ قرآن کریم ہے۔

---

ہماری برادران اسلام سے عموماً اور حکمائے پالٹیکس سے خصوصاً استدعا ہے۔ کہ اس پر آشوب زمانہ میں وہ قرآن کریم کا بامعنی مطالعہ فرمائیں۔ اس کے پُر حکمت معارف پر غور و تدبر فرمائیں۔ ان پر عمل پیرا ہونے کی خود بھی کوشش کریں۔ اور دوسرے مسلم بھائیوں میں بھی تحریک فرمائیں۔ کہ وہ اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اور اس کی نشر و اشاعت کا وسیع پیمانہ پر فکر فرمائیں۔

---

مغربی دنیا میں مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے ذریعہ توحید کا جو پودا ۱۹۱۳ء کو لگا آج اسے پورے پچیس سال ہونے کو ہیں۔ اس عرصہ میں جو نصرت و کامیابی اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی وہ محتاج بیان نہیں۔ اس کے لئے جس قدر بھی ہم سجدات شکر ادا کریں۔ کم ہیں۔

---

مسلم مشن ووکنگ اپنی تبلیغی تگ و تاز سے اس وقت ناقابل تردید تاثرات۔ تاریخی صفحات پر مسلم بھائیوں کے لئے ہمیشہ کے لئے درس عبرت چھوڑ رہا ہے۔ آج بھی اگر مسلمان من حیث القوم۔ مغربی دنیا میں اسلام کی اشاعت کو اپنا نصب العین قرار دے لیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ کیوں انہیں سیاسی الجھنوں سے آزادی حاصل نہ ہو جائے۔

---

خدا تعالیٰ نے ہمیشہ سے ہی مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کو تبلیغ اسلام سے وابستہ کیا ہے۔ قرون اولیٰ کے بزرگوں نے اسلام کی اشاعت سے فتوحات حاصل کیں۔ اب بھی دین متین کی تبلیغ سے ہی مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہی ایک چیز سیاسی مصائب و آلام کے دفعیہ کے لئے ایک کاری و کامیاب حربہ ہے۔

---


## نبوت کا ظہور اتم المعروف نبیٔ کامل صلعم

باب اوّل :- کیا اوتار پیروی انسانی کے لئے کوئی نمونہ بن سکتے ہیں؟ باب دوم :- انبیاء اللہ بشکل اسوہ۔ باب سوم :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی حالت۔ باب چہارم :- بعثت عظمےٰ باب پنجم :- شخصیت کامل۔ باب ششم :- مکمل سیرت (کیریکٹر) باب ہفتم :- حصول منتہائے کامیابی۔ باب ہشتم بہترین معلم دین باب نہم :- عقائد مذہبی کا اعلےٰ ترین شارح۔ باب دہم :- اسوۂ حسنہ۔ باب یازدہم :- اجتماع حسنات۔ قیمت صرف دو روپے (عہ۲) بلا جلد۔

ملنے کا پتہ :- مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ (پنجاب)

# جھوٹے مذہب کی تباہی

ایک انگریز مسلمان کے قلم سے

ہر زمانہ میں قومی اور بین الاقوامی آزمائش کے وقت دعا کی تاثیر کا حال ہم سنتے ہیں۔ دلوں بلکہ ہفتوں تک دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اس قسم کی دعاؤں کو سطحی کہنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر اوقات وہ شیکسپیر کے اس بیان کے مطابق ہوتی ہیں۔

ہماری باتیں اونچی اونچی ہوتی ہیں اور ہمارے خیالات نیچے رہتے ہیں
الفاظ بغیر خیال کے آسمان تک نہیں پہنچتے

پھر قومی فتحوں کے موقع پر بعض وقت کسی ظاہری سبب کی وجہ سے مذہب نئے جنم لیتے۔ کو نئی زندگی کہا جائے۔ لیکن اگر اس کا یہ مقصد ہے کہ مذہب کو اسطرح تازہ زندگی بخشی جاتی ہے تو وہ زندگی بہت تھوڑی ہے قریب قریب جنم نہ لینے کے برابر ہے۔ انگلستان میں آخری نیا جنم موجودہ صدی کے پہلے دس سالوں کے اول دنوں میں ہوا تھا۔ جو دلش جنم کے نام سے مشہور ہے اور دوسرے جنموں کے مقابلہ میں بہت ہی عارضی تھا۔

اس کا سبب کیا ہے۔ دعا کے بااثر نہ ہونے کا اور تازہ زندگی کے غیر مستحکم ہونے کا جواب وہی سطحی ہے۔ ہم اقلیدس کی سطح کی تعریف کو یاد کرتے ہیں۔ کہ ایک لکیر وہ جو لمبی ہوتی ہے لیکن چوڑی نہیں ہوتی۔ اور اس سطح کے دونوں سرے لکیریں ہوتی ہیں۔ نہ اُس میں جسامت ہوتی ہے اور نہ مادہ۔ ایک انگریز وسط ملک کا رہنے والا اپنی بول چال میں اس کو اس طرح بیان کریگا۔ اُس میں کچھ نہیں ہے۔

اُس میں سے صحیح مذہب کی روح غائب ہے۔ اگر مذہب ایک اُکسانے والی طاقت ہے تو اس کی حیثیت سطحی سے زیادہ ہونا چاہئے۔ مثل بھاپ کے وہ اسی وقت بااثر ہو سکتی ہے۔ جبکہ اندر ہی اندر ہو اور قابو میں رہے۔ لیکن جب بھاپ انجن سے نکل جاتی ہے۔ وہ بخارات میں تبدیل ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور اُسکی طاقتی حیثیت برباد ہو جاتی ہے کیونکہ چاروں طرف ہوا کے اجزا اُسکو جذب کر لیتے ہیں۔

مذہب اور سچا مذہب بہت سادہ ہوتا ہے لیکن روزمرہ اُس کو عمل میں لانا مشکل ہوتا ہے جب تک کہ خدا کی رضا جوئی کے آگے سرِ تسلیم نہ جھکایا جائے کیونکہ صرف اُسی وقت اُس کا عمل آسان اور خوشگوار ہو جاتا ہے محمد صلعم کی سیرت کو جتنا پڑھا جائے اور مطالعہ کیا جائے اُتنا ہی زیادہ اُس طالب علم پر محمد صلعم کی عقیدہ کی پختگی اور گہرائی کا اثر ہوتا ہے۔ اپنے مشن کی تیاری کے لئے جس سے وہ اس وقت بالکل ناواقف تھے جبکہ پہلی بار اُن پر وحی نازل ہوئی وہ اللہ کی رہبری سے وقتاً فوقتاً غار حرا میں جانے لگے جہاں وہ اُس تنہائی میں اُس سکھانے والی روح کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے عبادت مراقبہ اور روزہ میں مشغول ہو گئے۔ وہاں رمضان کے مہینہ میں حضرت جبرئیل اُن کے پاس پہلی مرتبہ وحی لیکر آئے۔ اُن میں دعوت ربانی کے قبول کرنے کی طاقت تھی اور یہ طاقت اُن کو اُن ایام میں حاصل ہوگئی تھی جبکہ وہ تنہائی میں اپنے خدا سے باتیں کیا کرتے تھے

ہم ان کی تلاش میں غار حرا میں نہیں جا سکتے۔ ہم کو ہمیشہ کیا اکثر تنہائی نصیب نہیں ہو سکتی ہے لیکن ہر شخص کے اندر غارِ تنہائی موجود ہے جہاں وہ کونے میں بیٹھکر دعا اور مراقبہ کی بدولت اسی طرح اللہ سے باتیں کر سکتا ہے جیسے کہ محمد صلعم نے کیں۔ تنہائی اُس وقت بھی ممکن ہے جبکہ فیکٹریوں میں کام کرنے یا دفتروں میں جانے یا دوسرے ایک مشاغل میں مشغول گلیوں سے گذر ہوتا ہے۔ نہ ہم انتظار کر سکتے ہیں اور نہ ہم کو فوری الہام کی امید ہو سکتی ہے دنیاوی اور روحانی معاملات کا علم محدود ہے۔ اسلئے ہمیں مادی علم حاصل کرنے کیلئے سالہا سال اسکول اور یونیورسٹی میں صرف کرنے پڑتے ہیں یہ کہنا ایک غلطی ہے کہ ہماری تعلیم مکمل ہو گئی جبکہ ہمارے اُن درسگاہوں کے زمانہ کا حال ایک تاریخ بن گئی۔ اگر ہمارا سلسلہ تعلیم ہمیشہ جاری نہیں ہے تو ہم نے زندگی کے ایک سب سے بڑے مقصد کو بھلا رکھا ہے یہی حال ہماری روحانی زندگی کا ہے۔ ہم کو اللہ کے فضل کا متلاشی رہنا چاہیئے اور یہ بات ہم کو دعا۔ مراقبہ اور دوسری قسم کی امداد اور ارکان مذہب کی پابندی سے جس پر ہمارا عقیدہ ہے حاصل ہو سکتی ہے۔ ترقی روزانہ ہونی چاہیئے نہ کہ ایکدم۔

اے خدا میں تیری عبادت کل کیلئے اور اس کی ضرورتوں کیلئے نہیں کرتا ہوں
اے میرے خدا مجھے گناہوں سے صرف آج کے لئے بچا۔
اپنی خواہشات میں میں سست ہوں اور تیرا حکم ماننے میں چست
مجھے صرف آج کیلئے نفس کشی کی قوت عطا کر۔

# مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تبلیغی جدوجہد کے تاثرات

## مسیحی دعائیں

مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" اپنے ہر سالانہ نمبر (مجریہ جنوری) میں بعض ایسی دعائیں لکھا کرتا ہے جو اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے مسیحیوں کو ہر روز پڑھنے کی ہدایت ہے۔ یہ اکتیس دن کی دعائیں ہوتی ہیں اور یہ استدعا کی جاتی ہے کہ ہر دعا ہر مہینہ کی اس تاریخ کو پڑھی جایا کرے جس تاریخ کیلئے وہ لکھی گئی۔

اس سال کے جنوری نمبر میں جو دعائیں تجویز کی گئی ہیں وہ تاریخ وار حسب ذیل ہیں۔

یکم مسلمان اعیان سلطنت کے لئے دعا کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔ دوسری تاریخ اسلامی ممالک کے مسیحی کلیسا کے لئے دعا۔ تیسری سے لیکر اکیس تاریخ تک عام اسلامی وغیر اسلامی ممالک کی مسیحیت میں شمولیت کے لئے دعائیں اور اس کے بعد بائیس کو چھوڑ کر اس کا ذکر آگے آئیگا تئیس سے لیکر ۳۰ تک عیسائی مشنریوں کے لئے جو اسلامی ممالک میں کام کر رہے ہیں، بائیبل سوسائٹی کے لئے، ممالک اسلامیہ کے عیسائی سکولوں اور کالجوں کے لئے، تمام ان لوگوں کے لئے جو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے ہوں، اسلامی ممالک کے مسیحی طبی مشنوں کے لئے، زیر تعلیم عیسائی مبلغین کے لئے، مسلمان عورتوں اور بچوں کے لئے، عیسائی مشنری سوسائٹی کے ارکین اور ان کی اولاد کے لئے دعائیں تجویز کی گئی ہیں۔

یہ طریق اپنی نوعیت کے لحاظ سے .... بالکل نرالا ہے، لیکن بہت ہی قابل قدر ہے کاش مسلمانوں کے اندر بھی جن کو دعاؤں کی حقیقت و ماہیت، پورے طور پر سمجھائی گئی ہے، اور دعا کی مقبولیت کا یقین دلایا گیا ہے یہ جذبہ اور ایمان پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے مخالفوں بالخصوص مسیحی دنیا کی ہدایت کے لئے دعا کیا کریں، ہم مسلمانان عالم کو اس طرف خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے اسلام کو دنیا میں پہنچانے کا عظیم الشان کام ہے۔ اگر وہ بھی کم از کم ان ممالک کے لئے جہاں ان کے مشنری پہنچ چکے ہیں، ہر روز درد دل سے دعائیں کیا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو اسلام میں لانے کا سامان جلد از جلد پیدا کر دے اور

ہمارے مبلغین کو کامیاب فرمائے تو یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً اور لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ بہت جلد دنیا میں نظر آ جائے۔

## کسر صلیب کا روشن ثبوت

انہی اکتیس دن کی دعاؤں میں بائیسویں دن کی دعا یہ تجویز کی گئی ہے۔

"Pray that the Propaganda emanating from Woking may be counteracted and Islam revealed in its true light."

یعنی "دعا کی جائے کہ ووکنگ سے جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اس کے برعکس نتائج پیدا ہوں۔ اور اسلام اپنی اصلی شکل و صورت میں پیش کیا جائے" یہ دعا کھلا اعتراف ہے اس بات کا کہ ووکنگ سے اسلام کا ہی نور پھیل رہا ہے۔ وہ عیسائی مشنریوں کی تمام مساعی کو ناکام و نامراد ثابت کر رہا ہے، اسلام کی اصلی شکل و صورت تو وہی ہے جو اسلامی تبلیغی مرکز ...... ووکنگ سے پیش کی جا رہی ہے۔ چونکہ اس سے مسیحی مشنریوں کے اس غلط پروپیگنڈا کی جو اسلام کی اصل تصویر کے نام سے کیا جا رہا ہے، تردید ہوتی ہے۔ اس لئے وہ سراسیمہ ہو کر اب دعائیں کرنے لگے ہیں کہ ووکنگ کا صحیح اسلامی پروپیگنڈا زائل ہو جائے عیسائی مشنریوں کی دعائیں ہی کسر صلیب کا روشن ثبوت ہے۔ اور یہی ووکنگ مسلم مشن کا عظیم الشان کارنامہ ہے، رہیں عیسائی مشنریوں کی دعائیں تو ان کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔

## تمدن اسلام

اس میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ اسلام ہی اس وقت زندہ جاوید مذہب دنیا میں ہے۔ جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے۔ یہ کتاب ایک پڑھنے والے کے اسلام کی سچی محبت پیدا کر دیتی ہے۔ قیمت ۱۲ ؍ ملنے کا پتہ:۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

# آستانہ صداقت اسلام
# خدا اور اس کی صفات کے متعلق اسلامی تعلیمات

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

گذشتہ سے پیوستہ

اس سوال کے، آیا مظاہر فطرت میں بالذات مقصد پایا ہے - اور جیسا کے ہمارا خیال ہے کسی ذی شعور ہستی نے انہیں کسی خاص مقصد کے لئے بنایا ہے یا جیسا کہ ہیکل کا خیال ہے یہ مقصد، خود ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے ؛ جواب کے دو طریقے اور بھی ہیں - پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی ذی شعور ہستی، مادہ کو کسی خاص شکل میں ترکیب دیتی ہے تاکہ اُس سے کوئی خاص مقصد پورا ہو، تو ہم اُس شے کو اس کام کے علاوہ جس کے لئے وہ بنائی گئی ہے، کسی دوسرے کام میں استعمال نہیں کر سکتے۔ اور اگر کوئی شخص، مقصد صانع کو مدنظر نہیں رکھے گا تو اُسے لامحالہ نقصان پہونچیگا، اور اس کی کوشش ضائع جائے گی - فرض کیجئے میرے سامنے لوہے اور لکڑی کے کچھ ٹکڑے پڑے ہیں جن کو، ابھی تک کسی نے استعمال نہیں کیا ہے - میں جس طرح چاہوں اُن کو استعمال کر سکتا ہوں، میں ان کی مدد سے ایک مشین طیار کر سکتا ہوں - اب اگر کوئی شخص اُس مشین کو استعمال کرنا چاہے تو وہ مجبور ہے کہ اُسے اُسی طریق پر استعمال کرے، جس کے لئے میں نے اُس مشین کو بنایا ہے - اس مثال سے یہ بات بخوبی ثابت ہو سکتی ہے کہ کسی "ذی شعور ہستی" نے مادۂ کائنات کو استعمال کیا ہے - سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شخص خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کو اپنی مرضی کے موافق

استعمال کر سکتا ہے، تو ا اپنے جسم کی ساخت پر غور کیجئے، وہ کس قدر حیرت انگیز مشین ہے ... جسم کے مختلف اعضا مختلف کاموں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اور علم الحیوٰۃ کی رو سے انسانی جسم ارتقائے مادّہ کی اعلیٰ ترین صورت ہے جس میں ایک ذی عقل صانع کی دانائی کا ثبوت موجود ہے اور لطیفۂ حیات اپنی پوری وضاحت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ انسان میں قوتِ اختیار اور تمیز بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن باوجود ان تمام خوبیوں کے کیا کوئی شخص اپنی ناک کو آنکھ کا قائم مقام بنا سکتا ہے؟ کیا کوئی شخص ناک سے دیکھنے کا کام لے سکتا ہے؟ کیا کوئی شخص کان سے مونہہ کا کام لے سکتا ہے؟ جس طرح ایک انسان کسی مشین کو اس کے بنانے والے کے مقصد کے خلاف استعمال نہیں کر سکتا، اسی طرح کوئی انسان اپنے اعضائے جسمانی سے، اپنی مرضی کے مطابق، اور بنانے والے کی مرضی کے خلاف کام نہیں لے سکتا۔ جب میں تم سے بات کرتا ہوں تو تم میری طرف دیکھتے ہو۔ اور اپنے کان میری بات کی طرف لگاتے ہو، لیکن اگر تم اپنی آنکھ اور کان دونوں بند کر لو تو کیا میری بات سن سکتے ہو؟ جب تمہیں بھوک لگتی ہے تو تم کسی ہوٹل میں جا کر اپنی ضرورت پوری کرتے ہو۔ اگر ہیکل کی طرح تمہارا بھی یہ خیال ہو کہ تم نے خود ہی مختلف اعضا سے مختلف کام لے کر ان کو ان کاموں کا عادی بنا دیا ہے تو کیا تم چائے کا پیالہ مونہہ سے لگانے کے بجائے کان سے لگا سکتے ہو؟ اور اگر تم نے ایسا کیا بھی تو کیا تمہاری بھوک رفع ہو سکتی ہے؟ کیا چاء کا پیالہ کان سے لگانا قانونِ قدرت کے مطابق ہوگا؟ کھانا کھاتے وقت کیا تم چٹکی بھر نمک، بجائے مونہہ میں ڈالنے کے اپنی آنکھ میں ڈال سکتے ہو؟ اگر تم اس قسم کی حرکات کے مرتکب ہوگے تو یقیناً اپنے جسمانی اعضاء کو بہت جلد تباہ اور برباد کر دوگے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ تمہارے اعضاء اور جوارح کے فرائض پہلے ہی سے ایک ذی شعور ہستی نے مقرر کر دیئے ہیں جن کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ تمہارے جسم کی مشین کو ایک صاحب ارادہ اور ذی عقل ہستی نے بنایا ہے اور اگر تم اس کے مقرر

کردہ قانون کے خلاف عملدرآمد کروگے تو تمہارا عمل اتباع فطرت میں مقبول نہیں ہو سکتا۔ اور قانون فطرت کی خلاف ورزی سے تم بہت جلد اپنی تباہی کا سامان مہیا کروگے ۔ قرآن شریف نے بالفاظ ذیل اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً وکرھاً ... ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔

"پس کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو چاہتے ہیں؟ حالانکہ زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے وہ خوشی اور ناخوشی سے اسی ہی کی اطاعت کرتا ہے ..... اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کریگا وہ اُس سے قبول نہ کیا جائے گا ۔ اور وہ شخص آخرت میں، نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ۔ (آل عمران)

الغرض میں نے اس جگہ، انسانی ساختہ مشین اور جسم انسانی دونوں کو متوازی طور پر پیش کردیا ہے ۔ دونوں میں بلحاظ عمل ایک مماثلت تامہ پائی جاتی ہے اور دونوں مخصوص طریق پر ہی استعمال ہو سکتی ہیں ۔ پس یہ بات کس قدر غیر معقول ہے کہ ہم ایک مشین کو تو کسی ذی عقل ہستی سے منسوب کریں جس نے اُسے ایک خاص مقصد کے لئے بنایا ہے ، اور دوسری مشین کے متعلق یہ کہیں کہ وہ کسی ذی شعور ہستی کی بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ یا تو وہ کسی غیر ذی شعور طاقت کی اتفاقیہ طور پر بنائی ہے یا خود ہم نے اُسے اپنے ماحول کے مطابق استعمال کرکے، اُسے ایک کارآمد چیز بنا لیا ہے؟ میرا خیال ہے کہ اس عجیب منطق کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہمیں منطقی قضایا کے نئے اصول وضع کرنا پڑینگے ۔ مروجہ اصولوں پر تو یہ بات ثابت ہو نہیں سکتی ۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کپڑا سینے کی مشین کو کوئی شخص اس طریق کے خلاف استعمال نہیں کرسکتا جس کے لئے واضع نے اُسے وضع کیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر استعمال کرنے والے پر مشین بنانے والے کے اصولوں کی تقلید لازمی ہے۔

جس نے اُس مشین کو اس کام کے لئے بنایا ہے جو مشین سے پہلے اُس کے دماغ میں کار فرما تھا۔ لہذا جب تم یہی بات انسانی جسم میں دیکھتے ہو تو کون چیز اس امر سے مانع ہوتی ہے کہ اُس کے متعلق بھی یہی نتیجہ نکالو؟ میں کہتا ہوں کہ غیر مستعمل لکڑی اور لوہے کے ٹکڑوں کو بھی ہم جس طرح چاہیں استعمال نہیں کر سکتے۔ یہ چیزیں بھی انہی کاموں میں آسکتی ہیں جن کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوہے اور لکڑی کے استعمال کرنے کے لئے بھی قوانین مقرر ہیں اور اگر ہم اُن قوانین کی پابندی نہ کریں تو یقیناً نقصان عظیم اٹھائیں گے۔

اس کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مادہ پر کوئی ذی شعور ہستی حکمران ہے۔ اگر مادّہ کی کوئی مرتب صورت اپنے وجود یا ہیئت کذائی کے لئے چند اصولوں کی محتاج ہے، جن کے علم اور استعمال ہی سے وہ مقصد پورا ہو سکتا ہے جس کے لئے وہ مرتب صورت، مرتب کی گئی ہے، تو یقینی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس صورت کو کسی ذی شعور ہستی نے اُس کی ہیئت کذائی عطا کی ہے۔ اگر مادہ کی مختلف صورتیں (مادی اشیاء) بغیر مخصوص اصولوں کے پائی جاتیں اور اگر اُن اصولوں سے واقفیت یا اُس واقفیت سے کسی فائدہ کا امکان نہ ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ کوئی ذی شعور ہستی اُن صورتوں کی واضع نہیں ہے ہیکل کے اعتراض کے جواب میں یہ دوسری دلیل ہے۔ جو میں نے قرآن مجید میں پائی ہے ہمیں اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ کائنات میں ہر شے ہمارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور ہمیں ان اصولوں کا علم بھی عطا کیا گیا ہے جن کی مدد سے ہم اُن چیزوں کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں:-

اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ، اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ، وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ، وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ، اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ، وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ، وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ، فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ، وَالْحَبُّ

وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ. فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ؟ (سورۂ رحمٰن ۵۵، ۱ تا ۱۲)

رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا اسے بیان سکھایا۔ سورج اور چاند حساب کے نیچے ہیں۔ اور بوٹیاں اور درخت فرمانبرداری کرتے ہیں۔ آسمان کو بلند اور میزان کو قائم کیا۔ تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو۔ اور وزن کو انصاف سے قائم کرو۔ اور تول میں کمی نہ کرو اور زمین کو مخلوق کے لئے رکھا۔ اس میں پھل ہے اور گابھوں والی کھجوریں اور بھس والا دانہ اور خوشبو۔ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ان آیات سے عیاں ہے کہ تمام کائنات، نہایت استوار اور نپے تلے اصولوں کے ماتحت کام کر رہی ہے اور اگر ہم اشیائے کائنات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ اُن قوانین اور اصولوں کا احترام کریں اور ان قوانین یا مقادیر آلٰہیہ کا علم حاصل کریں اور ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کریں۔ ان آیات سے، جس پر آخری آیات دلالت کرتی ہیں، نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظام شمسی بہیئت کذائی، ایک مفید مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ مخلوقات کی حیات کا باعث ہو اور ان کی ارتقائے منازل میں امداد کرے تاکہ وہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں، بلکہ وہ طریق بھی معلوم ہوتا ہے جس کو اختیار کرنے سے ہم نظام شمس کو اپنا بہترین خادم اور فائدہ رساں بنا سکتے ہیں۔ الکتاب سب سے پہلے ہمیں مقادیر آلٰہیہ کا علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور پھر اُن کے احترام کی ضرورت کو بیان کرتی ہے، جو نہایت صحت اور استواری کے ساتھ ہر مادی شے میں اثر آفرینی کر رہے ہیں۔ کائنات میں ہر شے، بڑے سے بڑے اجرام فلکی سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے بوٹے تک، جو زمین میں اگتا ہے، مقررہ اصولوں کی نہایت صحت اور درستی کے ساتھ پابندی کرتی ہے اور اُن مقادیر اور اندازوں پر نہایت سختی کیساتھ عملدرآمد کرتی ہے جن پر اُسکی نشوونما البتہ فی الجملہ ہر شے ریاضی کے سے صحیح اور سچے اصولوں پر مبنی ہے، اور زمانۂ حال میں تو بعض منطقی مسائل کی صحت کا امتحان بھی استدلال ہندسی کی بناء پر ہو رہا ہے۔ قرآن کریم نے تو انسانی نطق کو بھی تخمین ہندسی کے ماتحت رکھا ہے۔ تلفظ کیا ہے؟ محض، مختلف مقادیر میں آوازوں کا زیر و بم ہی تو ہے

اور زبان کے مقررہ حروف، اِن مقادیرِ صوتی کے مظاہر ہیں اور آوازوں کی مختلف مقادیر کی مختلف ترکیبوں سے مختلف الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ اور نطق وگویای کی اِن مختلف مقادیر کی مجموعی ترکیبوں کو یاد کر لینے سے ہم کسی خاص "زبان" کا علم حاصل کر لیتے ہیں پس زبانوں کی بنیاد بھی مقادیرِ ہندسی ہی پر قایم ہے۔ اور ہماری ساری سائنٹفیک تحقیقات اِسی علم مقدار وتخمین پر مبنی ہے۔

سائنس کی بدولت ہم، فطرت کو اپنا ماتحت اور خادم بنا لیتے ہیں تاکہ وہ ہماری روزمرہ ضروریات کو پورا کر سکے، لیکن مذکورہ بالا علم مقدار وتخمین کے بغیر، سائنس کا کوئی شعبہ کارآمد نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر ہم حسب ارشادِ قرآن، اُس "مقدار اور تخمین" کا علم حاصل کریں، جو سائنس کے مختلف شعبوں میں کار فرما ہے، تو سارا نظام کائنات ہمارا خدمتگذار بن سکتا ہے۔ اور فطرت میں مقصد تلاش کرتے ہوئے اگر ہم ان مقادیرِ ہندسی سے قطع نظر کرسکتے ہیں تو میں ہیگل کے قول سے متفق ہوسکتا ہوں رحقیقت یہ ہے کہ نیچر (فطرت) کے کاموں میں جو مقصد پایا جاتا ہے، وہ ہمارا پیدا کردہ نہیں ہے، ہم نے تو صرف اُن اندازوں اور مقداروں کا پتہ لگا لیا ہے، جن کی بدولت وہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے "سورج اور چاند بوٹے اور درخت اور آسمان سب قوانین مقررہ کی پابندی کرتے ہیں۔ اور معین اندازوں پر چلتے ہیں۔ اور اگر انسان اندازوں کے معاملہ میں غیر محتاط نہ ہو، اور میزان کو عدل کے ساتھ قائم رکھے، اور اس میں کمی بیشی نہ کرے تو وہ، تمام مظاہر کائنات میں مقاصدِ مخفیہ، دریافت کرسکتا ہے۔

اب میں خلاصہ کے طور پر، اس دلیل کا، کہ مادّہ کے وجود پر، ایک ذی شعور ہستی کا وجود، جس نے مادّہ کو مقاصد مخصوصہ کے لئے استعمال کیا، مقدم ہے، اس جگہ اعادہ کرتا ہوں، انسانی ساختہ مشینوں کی مثال دے کر میں نے یہ بات ثابت کردی کہ جس شے کو کسی صانع نے کسی خاص مقصد کے لئے تجویز نہ کیا ہو، انسان اُس کو، اپنی مرضی کے مطابق جس طرح

چاہے استعمال کرسکتا ہے، لیکن اگر صانع نے اس کو کسی خاص مقصد کے پورا کرنے کے لئے بنایا ہے تو پھر سوائے اُس مقصد کے دوسرا مقصد اُس مشین سے پورا نہیں ہو سکتا (مثلاً آٹا پیسنے کی مشین سے کپڑا نہیں سیا جا سکتا۔) اور اگر ہمیں اُس کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرنا منظور رہو تو اُن اصولوں اور قوانین کی پابندی کرنی لازمی ہے، جو اس مشین سے متعلق ہیں۔ اور اگر ہمیں وہ قوانین معلوم نہ ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ انہیں دریافت کریں تاکہ اس مشین کو صحیح طور سے استعمال کرسکیں۔ کیا کائنات کا ذرّہ ذرّہ، ان دو اصولوں کی موجودگی پر شاہد نہیں، جن کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے؟ پس کیا ہم اس غیر مشہود مُدبّر الامور اور ذی شعور ہستی کا انکار کرسکتے ہیں، جو تمام کائنات میں پس پردہ کام کررہی ہے؟ جو کائنات میں جملہ اشیاء کی مُنتظم، مُرتّب، ضابطہ، اور ناظم اور مُقدّر ہے؟ پس لازم ہے، کہ ہم بفحوائے ارشاد قرآنی "سبح اسم ربك الاعلیٰ الذی خلق فسوی، والذی قدر فھدیٰ" "پاک اور برتر خدا کے نام کی تمجید و تسبیح کریں، جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا پھر (انہیں) کامل کیا — جس نے اندازہ کیا، پھر راہ دکھائی" (سورۂ اعلیٰ آیت ۱ تا ۳)

اس آیت میں، قرآن شریف، اُس "مُدبر کائنات" کی ایک اور صفت کا بیان کرتا ہے — جس نے کائنات کو پیدا کیا اور جو مختلف چیزوں کی، اُن کی تکمیل میں نگہداشت کرتا ہے — مزید صراحت کی خاطر میں ایک اور آیت پیش کرتا ہوں، جو اس سلسلہ میں "رب" کی تشریح بھی کردیگی، جو خدا کی پہلی صفت ہے "قال فمن ربکما یموسیٰ؛ قال ربنا الذی اعطی کل شیئٍ خلقهٗ ثم ھدیٰ" فرعون نے کہا اے موسےٰ تمہارا رب کون ہے؟ موسےٰ نے جواب دیا، ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شئے کو صورت اور اندازہ عطا کیا، پھر راہ دکھائی" (سورۂ طٰہٰ آیت ۴۹ و ۵۰)

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ "رب" وہ ہستی ہے جو ہر شئے کو "صورت" عطا کرتا ہے اور اس تناسب کا اندازہ کرتا ہے۔ جس میں مادّہ استعمال ہوگا تاکہ وہ صورتِ خاص جلوہ گر

ہوسکے، اور پھر مقررہ تناسب کی بدولت، اُس شے کو درجۂ کمال تک پہونچاتا ہے، گویا تعلیم قرآنی کی رو سے، مادّی اشیا کے ظہور پذیر ہونے کے لئے تین امور مدنظر رکھے جاتے ہیں (۱) صورت (۲) تناسب مادّی (۳) ہدایت۔ سائینٹفیک تحقیقات بھی اسی حقیقت کی مؤید ہے، مگر اس کا انداز بیان مختلف ہے۔ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ ہر شے مادّہ ہی سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ صدورِ سالمات کے بعد عضوی اور غیر عضوی اشیا میں ان کی آئیندہ نشو و نما، صرف اُسی مادّہ کے مختلف اندازوں اور مقداروں میں، ترکیب در ترکیب کا نام ہے۔ مادّہ کا ایک مخصوص تناسب ایک مخصوص شے کو پیدا کرتا ہے۔ اور دوسرے تناسب سے دوسری چیز بن جاتی ہے۔ مادّہ ایک ہے مگر بوجہ اختلاف تناسب، اُسی سے انسان کا بچہ بھی وجود پذیر ہوتا ہے اور اُسی سے خنزیر کا بچہ یا مرغی کا بچہ بنتا ہے۔ یہ اختلافِ صورت، اختلاف تناسب کا ہی لازمی نتیجہ ہے، دگر ہیچ۔

اگر ایک مادّی صورت یا شے کے لئے ایک خاص تناسب مفید ہے تو دوسرا تناسب مُضر ہے۔ اور جو تناسب ایک شے کے نشو و نما کے لئے ضروری ہے وہ تناسب دوسری شے کے نشو و نما کے لئے نقصان دہ ہے۔ لیکن مادّہ اپنے ہر شکل میں، یہ جانتا ہے کہ کس تناسب کو قبول کرنا اور کس کو ردّ کرنا چاہیئے۔ اور ہر شے کی نشو و نما میں، اس کا مقررہ تناسب ہی کار فرمائی کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ہر شے، مراتب کمال کے حصول میں، بغیر کسی امتیاز کے مُضر اور مفید اشیا، میں محصور ہوتی ہے، گویا دوستوں اور دشمنوں دونوں میں شامل ہوتی ہے۔ اُس کے چاروں طرف، مفید اور مُضر اشیا، ہوتی ہیں۔ لیکن ہر شے میں ایسی قوت فاعلی موجود ہے کہ وہ دوست اور دشمن میں بڑی صحت کے ساتھ امتیاز کر لیتی ہے۔ اپنی نشو و نما کے لئے مفید عناصر کو جذب کر لیتی ہے اور مُضر عناصر سے کنارہ۔ مادّہ کی عضوی صورتوں میں تغذیہ کا طریق بھی اسی اصول تمیز پر کار فرمائی کرتا ہے۔ الماس اور کوئلہ، دراصل ایک ہی مادہ سے بنتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کی قوتِ فاعلی بلا قوتِ ارادی کے، اُس عنصر کو

رد کر دیتی ہے جو اُس کی ذعیت کے خلاف ہے۔ نظام جسمانی میں بعض اوقات مفید اور مُضر دونوں اشیاء داخل ہوجاتی ہیں۔لیکن اعضائے جسمانی، مفید اشیاء کو تو جُزو بدن بنا لیتے ہیں اور مُضر اشیاء کو خارج کر دیتے ہیں۔یعنی طبیعت انسانی فوراً مفید اور مُضر میں امتیاز کر لیتی ہے پس یہی امتیاز مابین نفع وضرجس میں غلطی ہو ہی نہیں سکتی، مادہ کی تخلیقی صورتوں میں امتیاز و اختلاف کا باعث ہوتا ہے۔چنانچہ جسم انسانی کا معدہ، ہر مُضر غذا سے طبعاً نفور ہوتا ہے اگر انسان غلطی سے مکھی کھالے تو فوراً استفراغ ہوجائیگا۔انسانی جسم میں بہت سے عضوی عمل ایسے ہوتے ہیں، جن کی بناء پر ناکارہ مادہ، خون سے جدا ہوکر خارج ہوتا رہتا ہے۔اور جب طبیعت انسانی اس درجہ کمزور ہوجاتی ہے کہ، زخود ان ناکارہ مادوں کو خارج نہیں کرسکتی تو آلات جراحی اور مُسہل یا مُلین ادویہ سے مدد لی جاتی ہے۔تاکہ مواد فاسد، جسم سے خارج ہوسکے۔

مرض، یا بیماری در اصل مواد فاسد کے نظام جسمانی میں داخل ہونے پر، طبیعت جسمانی کے اُس کو داخل ہونے سے روکنے ہی کا دوسرا نام ہے۔کیا یہ قوت امتیاز رانسد، ذ جو ہر مادی نشو ونما میں نہایت صحت کے ساتھ رو بکار ہوتی رہتی ہے، جہاں تک عضوی اجسام کی ساخت کا تعلق ہے، محض فطرت کا بے اصر لا پن قرار دی جاسکتی ہے؟ کیا یہ خاصیت مادہ میں خود بخود موجود ہوگئی؟ کیا یہ صفت اُس میں جبلی طور سے پائی جاتی ہے؟ کیا یہ زبردست انتظام محض اتفاق یا بلا کسی اصول کے قائم ہوگیا؟ یا یہ تمام نظم ونسق، ترکیب و ترتیب وغیرہ کسی صانع مطلق اور مدبر الامور ہستی پر منحصر ہے، جس کو قرآن اک "خالق، مُستوی قادر، اور ہادی" قرار دیتا ہے؟

کیا ارتقائے مادہ در اصل اس کی مخفی استعدادوں کے ظہور اور نشو ونما کا نام نہیں ہے؟ کیا ہر منزلِ نمو پر اُس کی ذاتی قابلیت پوری قوت کے ساتھ ظاہر اور سرگرم عمل نہیں ہوتی؟ اور کیا، حسب تحقیق علم الحیواۃ، انسانی جسم، مادہ کی انتہائے ترقی یافتہ صورت نہیں

ہے ؛ وہ شعور جو زندہ مادہ سے، عالم حیوانات میں پیدا ہوتا ہے - اور ان کے اندر ہیجان یا تحریک طبعی کہلاتا ہے۔ انسانی جسم میں آکر جذبات اور احساسات کا نام پاتا ہے، لیکن اس کی ترقی یہیں ختم نہیں ہوتی انسانی شعور، اخلاقیات اور فلسفہ میں منتقل ہوجاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو، تو پھر قوت فاعلی کہاں ہے جو، اگر مادہ میں ذاتی طور پر موجود ہے - اب میرے شعور کو اخلاقیات اور مابعد الطبیعات میں مبدل کر دے ؛ کیا میں فطری طور پر اُس قوت فاعلی کا مالک ہوں جو نیک و بد میں بطور خود امتیاز کر دیا کرے ؛ یا مجھے کسی ہدایت پر کار بند ہونے سے یہ صفت حاصل ہوگی ؟ کیا میں فطرتاً اور طبعاً غلط خیالات یا باطل فلسفہ سے نفرت کرسکتا ہوں جس طرح میرا معدہ، طبعاً مکھی سے نفور ہے ؛ کیا میں جبلی طور پر اُن امور سے پرہیز کرسکتا ہوں جو میری عقل و فہم کے لئے مضرت رساں ہیں جس طرح میری آنکھیں ہر اُس شے سے بچنے کے لئے خود بخود بند ہوجاتی ہیں - جو "بصارت" کے لئے مضر ہے بکری، کبھی اپنے مزاج کے خلاف غذا پر منہ نہیں ڈالتی ؛ کیا میں بھی اسی طرح مفید اور مضر غذا میں امتیاز کرسکتا ہوں ، جب تک مجھے ہدایت اور عقل سے بہرہ وافر نہ ملے ؛ حقیقت یہ ہے کہ انسان، جو مادی ارتقا کی آخری منزل اور اس کی انتہائی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے، نہایت بے کسی کے ساتھ، اُس قوتِ فاعلی سے عاری ہے، جو اس کے ادراک کو نشوونما دیکر اس قابل کرسکے کہ وہ مفید اور مضر، نیک و بد میں اُسی طرح امتیاز کرلیا کرے جس طرح عالم حیوانات کے افراد میں پایا جاتا ہے، اور یہ قوت نظام حیوانی کی جسمانی ساخت کے دوران میں صاف طور پر کارفرما نظر آتی ہے -

اگر ہدایت، کوئی خارجی شے نہ ہوتی بلکہ انسان میں جبلی طور پر موجود ہوتی یا اس کی سرشت کا جزو لاینفک ہوتی، تو وہ " ایتھر " سے لیکر جسم عضوی تک، مادہ کی مختلف شکلوں کے نشوونما میں دس گنی قوت سے کام کرسکتی تھی - یہ بات کہ جہاں تک غیر ذی شعور اشیاء کا تعلق ہے، ان میں یہ قوت فاعلی، نہایت استواری کے ساتھ کام کرتی نظر آتی ہے -

اور ذی شعور وجود (انسان) میں نادارد ہوجاتی ہے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قوت مادہ میں جبلی طور پر موجود نہیں ہوتی، ورنہ انسان میں بھی پائی جاتی - بلکہ یہ ایک خارجی عنصر ہے

یہ استنباط، اور بھی مضبوط ہوجائیگا اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ ہمارے شعور کو فلسفہ اور اخلاق کا درجہ حاصل کرنے کے لئے، ہدایت خارجی کی اشد ضرورت ہے - بے شک ہمیں قوت اختیار حاصل ہے - اور ہم نیک و بد میں سے وجدانی طور پر کسی بات کو اختیار کر سکتے ہیں - لیکن ان میں امتیاز کرنے کے لئے ہمیں، نور عرفان اور ہدایت ایمان کی از حد ضرورت ہے - جب ہم برے رجحانات کا علم حاصل کر لیتے ہیں اور تجربہ کی بناء پر اُن کے بُرے نتائج سے آگاہ ہوجاتے ہیں، اور اس طرح ہماری عقل میں پختگی آجاتی ہے تو ہم بدی سے اجتناب کر سکتے ہیں - یعنی ہمارا ادراک، خارجی اسباب کی مدد سے ارتقاء حاصل کر لیتا ہے - لیکن اگر یہ قوت، محض ایک جبلی امر ہوتی، تو سوال یہ ہے کہ شروع ہی سے ہمارے اندر کیوں نہ پائی جاتی؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ "قوت امتیاز" جبلی خاصیت نہیں ہے بلکہ ایک امر اکتسابی ہے - یا اُس ہدایت کا نتیجہ ہے، جو ہم کو کسی برتر ہستی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے، جس نے مادہ کو "قوت فاعلی" سے سرفراز کیا ہے، اسی ہستی کا نام "رب" ہے، اور یہی ہستی اسلام میں "خدا" تسلیم کی جاتی ہے -

قرآنی آیت زیر تشریح، ایک اور قضیہ کی بھی متحمل ہوسکتی ہے - اگر یہ مان لیا جائے کہ خدا ہی مادہ کو مختلف صورتیں عطا کرتا ہے، تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ صورت، ھیبولی پر مقدم ہے - جس کے متعلق عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بات ناممکن ہے، کیونکہ فطرت میں تصورات اشیائے خارجی سے منفک نہیں ہوتے - اس ضمن میں مجھے افلاطون کی شہرہ آفاق تصنیف "جمہوریت" کا خیال آگیا جس میں افلاطون اور اس کے شاگرد کے مابین یہ بحث کی گئی ہے کہ تصورات خارجی اشیاء پر مقدم اور اُن سے علیحدہ ہیں یا نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ دونوں

ہی غلط ہیں اور دونوں ہی صحیح ہیں۔ کیونکہ ان میں دراصل زاویۂ نگاہ کا اختلاف ہے۔ نفس مُدرک، اپنی داخلی نوعیت کے اعتبار سے تصور کو شے سے جدا نہیں کرسکتا۔ لیکن اپنی خارجی نوعیت کے لحاظ سے دونوں کو متمیز کرسکتا ہے اور تصور کو شے پر تقدم حاصل ہے۔ ارسطو اُس "ادراک" کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس نے آنکھ کے ذریعہ سے اشیاء کو دیکھ کر اُن کا علم حاصل کیا، لیکن افلاطون کی رائے میں ہر تصور، خارجی اشیاء پر تقدم رکھتا ہے، جبکہ اُس نے اپنی نوعیت کے جملہ افراد کو ابتدائی حالت سے لیکر، مرتبہ کمال حاصل کرنے تک، ایک ہی اصول پر کاربند پایا۔

سوال یہ ہے، کیا انسانی دماغ جو دراصل، اپنے تخیل کی بنیاد اشیائے خارجی ہی پر رکھتا ہے، اور اس لئے تصورات کو، خارجی اشیاء سے جدا نہیں کرسکتا، اس قابل نہیں کہ اُن نئی اشیاء کے تصورات قائم کرسکے، جو ابھی تک عالم وجود میں نہیں آئیں لیکن ان کا نقشہ اُس کے قوت ادراک یا تخیل میں موجود ہے؟ مثلاً آپ ایک مصور کے دماغ کے متعلق کیا کہیں گے؟ کیا اُس میں قوت تخلیق نہیں پائی جاتی اگرچہ محدود ہی صورت میں کیوں نہ ہو۔

وہ بھی نئی چیزیں پیدا کرتا ہے اگرچہ اس کی تخلیق دراصل نئی ترکیب ہی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے دماغی اصولوں سے کم ازکم اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ "تصور" شے کو شے پر تقدم ذاتی حاصل ہوسکتا ہے، اگر اشیاء کی نشوونما غیر منظم طریق پر نہیں ہوتی بلکہ مقررہ آئین وقانون کے ماتحت عمل میں آتی ہے، تو "تصور" کو اشیاء پر تقدمّ ضرور حاصل ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ "ایتھر" کے چند نقاط یا اُن کا مجموعہ، بشکل سالمات، ایک خاص حرکت یا گردش پر کاربند ہو جائیں، لیکن یہ کس طرح ممکن ہے آئندہ بھی دوسرے نقاط ایتھری یا سالمات مادہ، اپنی سابقہ نقاط کی تقلید و اتباع میں سرگرم نظر آئیں یعنی جدید پیدہ شدہ سالمات یا برقی پارے، جبکہ وہ غیر عضوی عالم میں منتقل ہوتے ہیں تو مُستمرہ طریق تخصیص پر کس وجہ سے عامل ہوتے ہیں؟

اگر کوئی کہے، کہ یہ بات قانونِ وراثت کے ماتحت ہے تو ان کا مورثِ اعلیٰ کون ہے؟ ذرا اس مسئلہ پر سکون اور سنجیدگی کے ساتھ غور کیجئے، اور انسان سے فروتر ہر مخلوق کی تدریجی نشو و نما کے ہر پہلو پر نظر دوڑائیے کیا کوئی نشو و نما، بغیر انتظام کے ظہور پذیر ہو سکتی ہے؛ تم نے پچاس سال ہوئے، سالمہ کے متعلق یہ نتیجہ نکال لیا کہ سالماتِ مادہ خود بخود موجود ہو گئے ہیں، یعنی بغیر کسی انتظام کے ظہور میں آ گئے ہیں، لیکن آج ہم جانتے ہیں کہ سالمات بھی، برق پاروں کی تخصیص کی بدولت ظہور پذیر ہو سکے، اندھا دھند طریق پر نہیں بن گئے - اور یہ برق پارے ایثری نقاط کی تخصیص کا نتیجہ ہیں - ذرا صبر سے کام لیجئے، تھوڑے دنوں کے بعد سائنٹیفک تحقیق کی بدولت یہ معلوم ہو جائیگا کہ "ایثر" بھی مرتب اور منظم نشو و نما کا نتیجہ ہے - اور میں تو آج بھی اسی عقیدہ پر قائم ہوں۔ اور صرف یہی بات کہ "ایثر" کا وجود تخمینِ ہندسی کی بدولت دریافت کیا گیا ہے، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ "ایثر" کی نشو و نما بے ترتیبی اور بد سلیقگی کے ساتھ نہیں ہوئی بلکہ ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ عمل میں آئی ہے - اور اگر مادہ کی ہر لاحق صورت، سابقہ صورت پر مبنی ہوتی ہے - اور اپنے بقاؤ قیام کے لئے ہر لاحقہ، سابقہ کا محتاج ہے - جس میں اختلال رونما نہیں ہوتا، تو ہم مجبور ہیں کہ اُس ذی شعور ہستی کو علت العلل تسلیم کریں، جس نے مادہ کی مختلف تراکیب کو مختلف صورتیں عطا کی ہیں اور ان کی پرورش کا انتظام کیا ہے، اور تناسب غذائی معین کیا ہے، اور اُن کے ارتقاء کے اصول وضع کئے ہیں۔ اور ہر شے کی منزلِ مقصود تک رہنمائی (ہدایت) کی ہے - عربی زبان میں ایک لفظ ہے، جس سے یہ تمام صفات ظاہر ہو سکتی ہیں، وہ "رب" ہے - چنانچہ قرآن کریم نے اپنے مخصوص اعجازی انداز میں اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے " وانّ الیٰ ربّک المنتھیٰ " یعنی کائنات کا سارا سلسلۂ علت و معلول تیرے رب ہی پر ختم ہوتا ہے -

ایک ملحد اس پر یہ اعتراض کر سکتا ہے "کہ علت و معلول کا سلسلہ اس طرح لا نہایت مراتب تک، اعشاریہ غیر مختتم کی صورت میں بڑھایا جا سکتا ہے - اور ہم کبھی بھی کائنات کی

علت اور اصل کے مسئلہ کا حل نہیں کر سکتے "۔

لیکن اس اعتراض سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہم خدا کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنے کے ناقابل ہیں - مذکورہ بالا اعتراض کی روسے، ہم خواہ لانہایت مراتب تک ہی اس سلسلہ علت ومعلول کو وسعت دیتے کیوں نہ چلے جائیں۔ لیکن ہرمرتبہ میں ہم کو قوانین تخلیق وربوبیت وقیومیت و ارتقاء ہی سے دوچار ہونا پڑیگا - اور ان کی بناء پر ہم مسلسل طور سے اس ذی شعور ہستی کے وجود پر اعتقاد رکھنے کے لئے مجبور ہونگے جو ہمارا خالق، رب، قیوم اور ہادی ہے - ہاں یہ اعتراض ان لوگوں پر وارد ہوسکتا ہے جو یہ کہتے ہیں - کہ علم باری کا احاطہ ممکن ہے یا جنہوں نے "صلیب" پر اس کا نظارہ کیا ہے - سائنس کی اس تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ کائنات میں ہر شئے قانون کی پابند ہے، میرے لئے تو یہ مسئلہ بالکل صاف ہوگیا ہے - اگر ارباب سائنس کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مادّہ، قوت اور توانائی، تینوں میں "قانون" کارفرما ہے، اور وہ لوگ "احدیت" یعنی وحدتِ مُبدع پر بھی متفق ہیں، تو اُن کے لئے اس بات پر یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ کائنات کا مُجوِّز اور مُدبّر بھی ایک ہی ہے - یعنی اگر کائنات میں وحدت ہے تو صانعِ کائنات میں بھی وحدت ہی ہوگی - فطرت میں خواہ متعدد قوانین ہی کیوں نہ نافذ ہوں، لیکن وہ سب ایک ہی مقصد پر مجتمع ہوتے ہیں - اور ایک ہی مرکز کی طرف مائل ہیں - اور اسی وجہ سے ارباب سائنس اس مسئلہ وحدتِ وجود پر متفق ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کسی "ذاتِ واحد" کی اثر آفرینی کا نتیجہ ہے - اور ہیکل نے، مناسب لفظ نہ ملنے کی وجہ سے، اسی "ذات واحد" کو "نافذِ قانون ہستی" سے تعبیر کیا ہے ۔

فی الجملہ قانون، اس دنیا میں، نافذ ہے اور اس کی متابعت ضروری ہے، اگر اس سے انحراف کیا جائے گا تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا - اور کائنات کا ہر مظہر، انسانیت یعنی بنی نوع آدم کا ہر فعل اس حقیقت پر شاہد ہے "قانون" وہ شئے ہے جس کی اطاعت تمام مخلوقات

پر فرض ہے۔ اور اس ضمن میں یہ بتانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ لفظ اللہ کے لغوی معنی بھی "مطاع" ہی ہیں اور یہی ذات ایک مسلم کا معبود حقیقی ہے۔ ایک مسلم اور ایک ملحد میں صرف ایک قدم کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ ہم مسلمان تو "قوانین فطرت کا مبدع ایک ذی شعور ہستی کو تسلیم کرتے ہیں۔ (جسے عربی میں اللہ کہتے ہیں) لیکن ایک ملحد اگر سائنٹیفک حقائق کو اہمیت دے (اور اگر نہ دے تو ہمیں چنداں پرواہ نہیں) تو قوانین فطرت کا اعتراف تو ضرور کریگا۔ لیکن اس ذی شعور ہستی کا اقرار نہ کرے گا۔ جو پس پردہ کام کر رہی ہے۔ اگر وہ اُس ہستی کا اقرار کرے تو "مسلم" ہو جائے۔

کائنات میں کوئی جسم عضوی یا غیر عضوی ایسا نہیں جس میں نشو و نما کا طریق عمل نہ پایا جاتا ہو۔ لیکن اس کے لئے متابعت قانون لازمی ہے۔ اور جس وقت وہ "اس متابعت سے انحراف کرتا ہے تو فوراً مردہ اور منتشر ہو جاتا ہے۔

اگر وہ شے" دوبارہ متابعتِ قانون" اختیار کرے تو پھر نشو و نما پا سکتی ہے، اور اس مرتبہ یہ تبدیلی، دماغ انسانی کی کارفرمائی کا نتیجہ ہو گی۔ مثلاً اگر درخت کی کوئی شاخ کاٹ دی جائے تو اس کی آئندہ نشو و نما بند ہو جائیگی۔ لیکن انسانی عمل کی بدولت، وہ شاخ "کرسی یا میز کی شکل میں مبدل ہو سکتی ہے۔ گویا کسی ذی شعور ہستی کے زیر تصرف آکر پھر مفید شے بن سکتی ہے انسانی تصرفات کی بدولت، بے حس مادہ، جب کسی اصول کے ماتحت، مفید اشیاء میں مبدل ہو جاتا ہے تو کیا یہ تبدیلی، ایک خلّاقِ فعال کے وجود پر دلیل نہیں؟ پس یہی اصول کائنات میں تو ساری نشو و نما، ابتدائے آفرینش بلکہ ابتدائے زمان و مکان ہی سے، قوانین مستمرہ کے ماتحت چلی آ رہی ہے! اگر ٹیلیفون کے مرکز میں کام کرنے والوں کا وجود، جو ٹیلیفون کی ساری مشینوں کو باقاعدہ چلاتے رہتے ہیں، ٹیلیفون کے صانع کے وجود پر ایک روشن دلیل ہے۔ تو انسانی جسم میں دماغ کا وجود کیوں نہ صانعِ دماغ کے وجود پر دلیل قرار دیا جائے؛ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ انسانی دماغ، اجسام حیوانی میں وہی کام انجام دیتا ہے جو ٹیلیفون کے دفتر میں، مختلف کارکن انجام دیتے ہیں جب ہمیں کسی قسم کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ تو اعصاب

درآور دماغ کو اُس ضرورت سے مطلع کرتے ہیں، اور سالماتِ دماغی، اُسی اصول پر کار بند ہوکر بذریعہ اعصاب برآور، ہماری ضرورت کے پورا کرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ انسانی دماغ نے، اسی اصول پر کاربند ہوکر، فوجی انتظامات کے سلسلہ میں "فوج کا دماغ" یا مرکز قائم کیا ہے جسے "جنرل سٹاف" کہتے ہیں۔ یہ نظام جنگی، انسانی دماغ ہی کے اصولوں پر بنایا گیا ہے، اور جس طرح جسم میں مختلف اعضا ہوتے ہیں اسی طرح "فوج" میں مختلف دستے ہوتے ہیں۔ جب بھوک لگتی ہے تو "معدہ" اس کی اطلاع دماغ کو دیتا ہے اور جس طرح اعصاب درآور نے دماغ کو اطلاع دی تھی، اُسی طرح عصاب برآور ان اعضاء کو حرکت میں لاتے ہیں جن کی بدولت اشتہا رفع ہوسکتی ہے۔

پس، اندریں حالات کیا یہ بات سراسر منافیٔ عقل اور غیر معقول نہیں کہ ہم "فوجی مرکز" کے قیام و انتظام کی بناء پر کسی صاحب عقل و شعور ہستی کے وجود پر استدلال کریں۔ لیکن خود انسانی دماغ کی موجودگی کو کسی صانع اور ذی شعور ہستی کے وجود کا مرہون احسان قرار نہ دیں؟

میں نہایت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ جن دلائل کی بناء پر ہم انسانی افعال کو انسانی دماغ کی تحریکات معنوی کا نتیجہ سمجھتے ہیں، انہی دلائل کی بنا پر ہم "مدبر کائنات" کی ہستی کا اثبات کرسکتے ہیں اگر انسانی تجارب کی رو سے قانون کا نفاذ مقنن کے وجود پر دلیل ہے۔ تو قوانین فطرت کا عمل خالق کائنات کے وجود پر دلیل کیوں نہیں ہوسکتا؛ جبکہ کائنات میں ہر جگہ "قانون" ہی کا ظہور ہے تو اُس کے واضع اور نافذ سے انکار کرنے کی وجہ کم از کم میری سمجھ سے تو باہر ہے!!! اسی واضع قانون کو اسلام "اللہ" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

مذکورہ بالا استنباط عقلی سے مفر اختیار کرنے کی غرض سے بعض حلقوں میں "وحدت وجودی" یا "احدیت متبدع" کی مخالفت کو ضروری سمجھا گیا ہے اور بعض مجالس ملاحدہ میں اس "وحدت مطلقہ" کے وجود سے اس بناء پر انکار کیا گیا ہے کہ کائنات یا فطرت میں

بعض متناقض امور پائے جاتے ہیں اور اس کے افعال میں یکسانیت نہیں ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کائنات میں بہت سے امور ایسے ہیں جو سطحی لیاقت والے کیلئے غیر قابل تشریح طور متناقض معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن سائنٹفیک تحقیقات اور علمی انکشافات کی بدولت، بہت سے اسرار کائنات، آئے دن برانگندہ نقاب ہوتے جاتے ہیں۔ جو بات کل تک متناقض ہوتی تھی، آج بالکل قرین عقل ثابت ہو چکی ہے۔

اور اس بناء پر یہ قیاس کرنا قطعاً غیر مناسب نہیں کہ جو باتیں آج وراء العقل یا خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں وہ کل واضح ہو جائیں گی، اور ان باتوں کا ایک ہی اصل سے متفرع ہونا بھی خلاف قیاس نہیں ہے۔ ہم ایک ہی شخص سے دو افعال مشاہدہ کرتے ہیں، جو باہم متناقض ہوتے ہیں لیکن اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یا تو ہماری فہم کا قصور ہے۔ کہ ہم اُن دو افعال میں یکسانیت دریافت نہ کر سکے، حالانکہ وہ دراصل متناقض نہیں ہیں اور مزید تحقیق سے ثابت ہو جائے گا کہ ان میں توافق موجود تھا، یا اس شخص کی عدم واقفیت اور جہالت اس تناقض کا باعث ہوتی جو اس طرح متناقض امور ظاہر کرتا ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں، ایک ہی دماغ دو افعال کا محرک ہو سکتا ہے، جو بظاہر یا فی الحقیقت متناقض ہوتے ہیں۔

گیا ہمارا دماغ، باہم متخالف اشیا کا ایک محیر العقول خزانہ نہیں ہے؟ رنج و راحت، تکلیف اور خوشی، خندہ وگریہ، ظرافت اور متانت، یہ سب ایک ہی دماغ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس فطرت میں اگرچند امور متناقض پائے جاتے ہیں تو اُن کی بناء پر نظریہ "احدیت وجود" کا ابطال نہیں ہو سکتا۔ یہ سوال، جیسا میں نے ابھی لکھا، اب بہت آسان ہو گیا ہے۔ ہر ماہر علم الحیات اور ہر تعلیمیافتہ ملحد قانون کے مادہ پر فائق اور حکمران ہونے میں یقین کرتا ہے۔ لہذا "احدیت وجود" کو ایک حقیقت مثبتہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے متعلق تائیدی شہادت فراوان مل سکتی ہے۔ کائنات کا ہر سالمہ دیگر سالمات سے متعلق ہے۔ اور کسی نہ کسی رنگ میں مربوط ہے۔

آسمانوں کا جو تکمیل بخش تعلق زمین کے ساتھ ہے، اس کو قرآن پاک نے نہایت اختصار اور ایجاز سے بیان کرکے، اُس "مدبر الامور" کی ہستی پر دلیل قرار دیا ہے جو ہر مخلوق کی ربوبیت کرتا اور اُن سے دیگر مخلوقات کو ظہور میں لاتا ہے - وہ آیت یہ ہے "والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع" یعنی آسمانوں اور ان میں جو چیزیں ہیں ان کی طرف دیکھو جو فاعل کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں، اور پھر زمین اور اُس میں جو چیزیں ہیں - ان پر غور کرو وہ سب بحیثیت "منفعل" کام کر رہی ہیں یعنی آسمان اثر ڈالتا ہے اور زمین اثر قبول کرتی ہیں - (اسی کو فعل و انفعال کہتے ہیں) (سورۂ طارق) زمین صرف بارش ہی سے زندہ نہیں ہوتی - بلکہ سورج چاند اور ستاروں کی روشنی بھی جو زمین پر آتی ہے اور اجزائے ارضی میں مخلوط ہو جاتی ہے، مختلف اشیاء کے ظہور کا باعث ہوتی ہے - اگرچہ یہ فاعلی اور منفعلی ہستیاں مختلف مراتب سے تعلق رکھتی ہیں - لیکن باہم اس طرح مربوط ہیں کہ زمین پر منشائے تخلیق ایزدی کو بوجہ احسن پورا کرتی رہتی ہیں - ایک تخم مہیا کرتی ہے تو دوسری رحم کا فرض انجام دیتی ہے -

الغرض جو کچھ میں نے ان صفحات میں بیان کیا ہے وہ ایک سمجھدار آدمی کو تسلی دینے کے لئے کافی ہے، نیز اس امر کا یقین بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ کائنات میں ایک "ذی شعور" طاقت کام کر رہی ہے جو خالق بھی ہے رب بھی ہے، قیوم بھی ہے مربّی بھی ہے اور اشیائے کائنات میں وہ استعدادیں پیدا کرتی ہے، جن کی بدولت وہ آئندہ نشو و نما حاصل کر سکتی ہیں - اور بعد ازاں انہیں مرتبۂ کمال عطا کرتی ہے، اور منازل ارتقائی طے کرنے میں اُن اشیاء کو جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی مہیا کر دیتی ہے اور اس طاقت کو اللہ کہتے ہیں، جو اسلام میں واحد معبود مطلق تسلیم کیا جاتا ہے - اور اس کی پہلی صفت "رب العالمین" ہے - آنحضرت صلعم فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دہر (کائنات) کو برا مت کہو میں ہی "دہر" یا زمانہ ہوں" یہ قول ایک حقیقت عظمیٰ اور ناقابل تردید صداقت ہے - اس کا مطلب

یہ ہے کہ جمیع مظاہر کائنات، دراصل "حکمت الہیہ کی مظہر ہیں" اور فطرت کی سادی قوتیں اور قوانین، اُس ذاتِ پاک کی شیئوں وخواص مختلفہ ہیں - فطرت سے ہم آہنگ ہونے کی بدولت ہی ہم کامیاب اور خوشحال زندگی بسر کر سکتے ہیں - اگر اسلام میں بالفاظ مختلف، اسی حقیقت کا ادا کیا گیا ہے کہ "تخلقوا باخلاق اللہ" یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرو، تو مطلب بہرحال وہی ہے - ان صفات حسنہ سے، جو قرآن پاک میں مذکور ہیں؛ کائنات کے طرز عمل کا صحیح نقشہ معلوم ہو سکتا ہے - اور اگر ایمان باللہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا کو منبع، قانون سمجھا جائے اور عبادت کے معنی اطاعت کئے جائیں، تو پھر اسلام کے خدا کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ہم میں سے ہر ایک قانون کی اطاعت پر مجبور ہے - یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس کو مُبدع قانون مانیں یا نہ مانیں، لیکن قانون کی اطاعت بہرحال ضروری ہے - اور یہ قوانین غیر مبدل ہیں - قرآن فرماتا ہے "لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا" (تم اللہ تعالےٰ کے طریق عمل میں تبدیلی نہ پاؤ گے) اور اگر کوئی شخص قانون شکنی کریگا تو خمیازہ اٹھانا بھی یقینی ہے - پس ایک مسلم اور ایک ملحد میں فرق تو کچھ بھی نہیں، کیونکہ متابعت قانون سے تو ملحد کو بھی مفر نہیں ہو سکتا - واضح ہو کہ اگر عبادت یا پرستش اُس ذات کی نہ کی جائے جو واضع قانون ہے تو مسلم کی نظر میں پھر قانون کا درجہ ایک "بُت" کا سا ہو جاتا ہے - میں ذی عقل ہوں اور قوانین بنا سکتا ہوں لہذا اس لحاظ سے قوانین پر فوقیت رکھتا ہوں - پس اللہ تعالےٰ - خدا اسلام - کی پرستش کرتے وقت انسانی عقل وشعور، قادر مطلق اور مدبر الامور کی پرستش کرتا ہے -

اس صامت اور جامد کائنات یا فطرت سے چند اور واضح اسباق حاصل ہوتے ہیں اگر بنی نوع آدم میں، ہم بعض اشخاص کو، بعض صفات کی بنا پر بعض خواص کا مالک سمجھتے ہیں (اور بعض حیوانات کو بھی، اگر اُن سے یہ صفات ظاہر ہوں) تو جو قوت، فطرت کی فرمانروائی کر رہی ہے - اگر اس میں بعض صفات موجود ہیں تو ہم اس کو بعض خواص کا مالک کیوں نہ سمجھیں؟ سب سے پہلے "اخلاق" کی تعریف چند الفاظ میں کر دوں، ہم مختلف ضروریات اور حاجات

رکھتے ہیں، اور ہماری حرکات یا ہمارے افعال محض ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے، اگر ہم دوسرے انسانوں کے حقوق کا پاس کریں اور اُن کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں تو گویا ہم اخلاق حسنہ کی ابتدائی منازل طے کریں گے لیکن اگر دوسروں کی محنت کا معاوضہ دینے میں محض عدل ہی کو ملحوظ نہ رکھیں بلکہ از راہِ کرم انکے استحقاق سے زیادہ عطا کریں تو ہم اخلاق حسنہ کی ایک اعلےٰ مثال پیش کر سکتے ہیں لیکن اخلاق حسنہ میں ایک مرتبہ اس سے بھی بلند ہے جسکے ڈانڈے روحانیت سے جا ملتے ہیں۔ یعنی وہ طرز عمل جو ہم اپنے افراد خاندان کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور ان کی ضروریات ازخود بغیر ان کی درخواست یا استحقاق کے پوری کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا ۔۔۔ ذاتی خواہش سے جس طرح والدین اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں اور بعض اوقات ولادت اطفال سے پیشتر ہی ان کی آئندہ ضروریات کا بندوبست کرتے ہیں۔ یہ تینوں باتیں، اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک کی اس سورت میں بیان فرمائی ہیں جس کی تلاوت ہر جمعہ کو تمام اسلامی ممالک میں ہوتی چلی آئی ہے۔

" ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ " یعنی تحقیق اللہ حکم دیتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ انصاف مدنظر رکھو اور حتی الوسع دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو، اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

کیا یہ تینوں اخلاق کارفرمائی فطرت میں مفید نہیں ہیں؟ تم نے کب کوئی کام ایسا کیا جس کا معاوضہ انصافاً فطرت کی جانب سے تم کو نہیں ملا؟ بلکہ جب بھی تم نے کوئی کام کیا اس کا معاوضہ ہزار گنا عطا ہوگا۔ تم نے ایک بیج بویا تو ہزار دانے کاٹے ہوں گے۔ تم ایک مرتبہ ایک درخت لگاتے ہو اور ہر سال پھل کھاتے رہتے ہیں۔ یہ دوسرے درجہ کا اخلاق ہے۔ اب فطرت کی فیاضی پر غور کرو! وہ تمہاری جملہ ضروریات بے منت مہیا کرتی ہے، بلکہ بعض چیزیں تمہاری ولادت سے بھی پہلے ہی مہیا کر دی گئی تھیں۔ جس طرح حاملہ عورت، وضع حمل سے پہلے ہی

آئندہ مولود کی فوقیت کا لحاظ کرتی ہے اُسی طرح "مادر فطرت" بھی بنی نوع آدم کے ساتھ مشفقانہ اور مادرانہ سلوک کرتی ہے۔ اور اگر یہ فطرت، اُس غیر مشہود قوت کے طرز عمل کا آئینہ ہے، جو پس پردہ کام کر رہی ہے۔ تو ہم یہ تین صفات اُس غیر مشہود ہستی سے بھی منسوب کر سکتے ہیں۔ عربی زبان میں ان صفات کو "الرحمٰن الرحیم، مالک یوم الدین" یعنی وہ ذات، جو مخلوقات کے سابق استحقاق کے بغیر اُن کی ضروریات مہیا کرتی ہے اور جزا دینے میں نہایت فیاض اور سخی واقع ہوئی ہے اور مالک روز جزا ہے۔ پس کون شخص اللہ تعالےٰ کی ہستی کا انکار کر سکتا ہے؟ جو اسلام کا خدا ہے۔ قرآن پاک میں اس بزرگ ہستی کی دیگر صفات کا بیان بھی موجود ہے جو علاوہ ان صفات کے تعداد میں ۹۹ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن سائنس بھی اس حقیقت کو دریافت کر لے گا۔ کہ تمام قوانین کائنات انہی صفاتِ باری کے اظلال و آثار ہیں۔ کیونکہ جو قوانین اب تک دریافت ہو چکے ہیں۔ اُن کے متعلق یہ بات بآسانی ثابت کی جا سکتی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی کی صفات کے اظلال و آثار ہیں

# باب پنجم

## مسئلہ خیر و شر

کُل دنیا امن وامان کی طالب ہے۔ لیکن یہ نعمت "ہنوز دلی دور است" کی مصداق نظر آتی ہے۔ ہر چند اس کے حصول کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن حاصل نہیں ہوتی، بالمقابل، کائنات میں ہر شے اس نعمت سے بہرہ مند ہے، اور جب تک انسانی دستبرد سے محفوظ رہتی ہے، اُس وقت تک اس حالت کو قائم رکھتی ہے۔ بلحاظ ترتیب فطرت تمام اشیاء کے لئے مختلف میدان عمل مخصوص ہیں، اُن میں باہم تصادم ممکن ہی نہیں

ہر شے ایک حد اور اندازہ میں رہتی ہے جس سے تجاوز کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ اور اگر وہ کسی شے سے اتصال و اتحاد پیدا کرتی ہے تو محض تعامل و تعاون باہمی کے لئے فطرت مجموعۂ اضداد ہے۔ عناصر متضادہ اور سالماتِ مخالف، کائنات کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں۔ لیکن ان کی حرکات مقررہ اندازہ پر ہوتی ہیں اس لئے تصادم کا امکان نہیں ہے بلکہ تمامئی کائنات میں ایک شان ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ اور کائنات میں اس قابل رشک امن و امان کا راز یہ ہے کہ ہر شے اپنے معین اندازہ سے تجاوز نہیں کرتی۔

"وآیۃ لہم اللیل نسلخ منہ النہار فاذا ھم مظلمون ۝ والشمس تجری لمستقر لہا ذالک تقدیر العزیز العلیم، والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم، لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار، وکلٌ فی فلک یسبحون ۝ (سورہ یٰسین آیت ۳۷ تا ۴۰)

اور ایک نشان ان کے لئے رات ہے۔ اس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ناگہاں وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج اپنے مقرر رستہ پر چلتا رہتا ہے یہ غالب علم والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند کیلئے ہم نے کئی منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ پھر کھجور کی پرانی سوکھی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج کو حاصل ہے کہ چاند کی غایت کو پہنچے۔ اور نہ رات دن سے آگے نکلنے والی ہے۔ اور سب (اپنے اپنے) دائرے میں چل رہے ہیں

فطرت میں صرف صلح اور امن ہی نہیں پایا جاتا بلکہ جمال و خوبی اور مقصد بھی نظر آتا ہے، فطرت میں کوئی شے بیکار نہیں ہے۔ ہر شے میں بے شمار فوائد اور خوبیاں مضمر ہیں۔ لیکن اس خوبی اور افادیت کا راز بھی اس کے اُس پابندئی نظام ہی میں مضمر ہے۔ جس نظام میں، خالق کائنات نے مختلف اشیاء کو معین فرما دیا ہے۔

کسی ڈرائنگ روم (نشست گاہ) کی خوبی اور افادیت سامان آرائش کی بدسلیقگی اور بے ترتیبی پر منحصر نہیں بلکہ تمام چیزوں کے قرینہ اور قاعدہ سے رکھنے کی وجہ سے، کمرہ میں دلکشی

اور زیبائش ہو سکتی ہے۔ اگر اس ترتیب کو جس میں کسی ذی شعور انسان نے مختلف اشیاء کو سجایا ہو بدل دیا جائے تو دلکشی اور رعنائی کافور ہو جائیگی۔ بلکہ افادیت مضرت میں مبدل ہو جائیگی۔ فی الجملہ ہر شے ایک خاص مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور اس کے استعمال کا بھی ایک خاص ہی موقعہ و محل ہوتا ہے۔ اور وہ ہمارے کسی نہ کسی فائدہ ہی کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ لیکن ہم اشیاء سے فائدہ اُسی صورت میں اٹھا سکتے ہیں۔ جبکہ "حدود" کا لحاظ رکھیں۔ اس حقیقت سے "مسئلہ شر" کا حل بھی ہو سکتا ہے۔ جب تک کسی شے کو بعض حدود مقررہ کے اندر استعمال کیا جائیگا۔ اُس سے فائدہ حاصل ہوگا۔ لیکن جب ان سے تجاوز کیا جائیگا تو وہی مفید شے مُضر ہو جائیگی۔ مختلف حالات کے ماتحت فطرت میں خوب ترین اور بہترین شے بدترین اور زشت ترین شے ہو جاتی ہے۔

علاوہ بریں ایک ہی مادہ سے سور کا بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اور مرغی کا چوزہ بھی اور انسان کا بچہ بھی انسانی دماغ (مغز) کی ساخت میں وہی عناصر (مفردات) استعمال ہوتے ہیں جو اُلو کے یا بندر کے مغز میں پائے جاتے ہیں۔ صورت اور فعل یا تاثیر میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ محض اُس اختلاف تناسب کی بناپر رونما ہوتا ہے۔ جو ان عناصر میں ملحوظ رکھا جاتا ہے، جن سے مختلف عضوی اجسام میں مختلف مرکبات خلیاتی طیار کئے جاتے ہیں۔ مادہ اور قوت ہر جگہ ایک ہی سا ہے اور یہ دونوں ہر شے کو نمو اور خوراک بہم پہونچاتے ہیں۔ لیکن ان کا مجموعہ مختلف تناسب میں مختلف نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور نیک و بد یا مفید و مُضر ایک ہی عُنصر سے وجود میں آتے ہیں بذات خویش نہ کوئی سے نیک ہے نہ بد۔ خیر و شر دونوں، اضافی امور ہیں، اور تناسب اور ماحول پر منحصر ہیں۔ تعداد و حالات کے اختلاف سے ایک ہی شے مختلف خواص ظاہر کر دیتی ہے۔ یعنی سالمات مادہ کے، مختلف تناسب میں مختلف امتزاجات سے مختلف نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ پس کائنات میں دو غیر متغیر خواص نظر آتے ہیں اولاً ہر سالمہ، مخصوص اندازوں میں مخصوص خاصہ ظاہر کرتا ہے اور جب کسی دوسرے اندازہ پر، دوسری اشیاء سے ترکیب پاتا ہے تو دوسرے خواص ظاہر کرتا ہے۔

ثانیاً تمام ذرات ان مقررہ حدود اور معینہ اندازوں کو نہایت استواری کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں

اور جہاں تک فطرت کی غیر شعوری کارفرمائی کا تعلق ہے، مختلف مظاہر فطرت کے وقوع میں، تمام ذرات اور ان کے مجموعے، ان قوانین اور حدود کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔ مقررہ حدود سے تجاوز نہیں ہوتا اور معینہ اندازوں کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

پس، اندازوں کی یہ تقسیم، اور اشیائے مادی کا اُن اندازوں اور حدود کو ملحوظ رکھنا، اور ہر ارتقائی منزل میں ان کی اطاعت کرنا، کیا یہ باتیں مادہ کے خواص سمجھی جا سکتی ہیں؟ اس بات سے تو علم، پیش بینی، شعور، حکمت، وغیرہ ظاہر ہوتی ہے، جو مادہ میں اس وقت بھی جلوہ گر ہوتی ہے جبکہ وہ حالتِ شعوری کو نہیں پہنچتا۔ مادہ کا، مفید عناصر کو قبول اور مُضر عناصر کو رد کرنا، جبکہ وہ اپنے ابتدائی مراتب ہی میں ہوتا ہے۔ کیا محض کسی غیر ذوی العقول ہستی کا کام ہے جسے ملحدین عموماً "لا یعقل حکیم فاعلی" کہا کرتے ہیں۔ اور سائنس کی مصطلحات میں بھی یہی ترکیب مستعمل ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو کیا وجہ کہ جیُوں جیُوں مادہ، ارتقائی منازل طے کرتا جاتا ہے، تیُوں تیُوں یہ صلاحیت مضمحل ہوتی جاتی ہے۔ یعنی انسان جو مادہ کی انتہائی ترقی یافتہ صورت ہے، کیوں اس خاصہ سے عاری ہے۔ برعکس اس کے، کیا ساری کائنات ایک زبردست مُدبر الامور ہستی کے وجود پر شاہد نہیں جس نے ذرات کو مقررہ قوانین پر کاربند ہونے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ اور مفید اور مُضر عناصر میں امتیاز کرنے کی قابلیت ارزانی فرمائی ہے؟ اپنی نشوونما میں سالمات کا ہر مجموعہ، مقررہ حدود کی پابندی کرتا ہے چنانچہ اپنے حق میں مفید عناصر کو جذب کر لیتا ہے اور مُضر عناصر سے احتراز کرتا ہے۔ باقی

---

# ناظرین رسالہ کی خدمت میں التماس

یہ بہترین کار ثواب ہے۔ کہ آپ اپنے حلقہ اثر میں رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ رسالہ مذکورہ کا منافع مسلم مشن ووکنگ کے کار خیر میں صرف ہوتا ہے

منیجر

# اُسوۂ حسنہ

جملہ ہادیان مذاہب میں آنحضرت صلعم ہی ایسے قدسی نفس انسان گذرے ہیں۔ جنہوں نے اُن تمام اُصولوں پر خود عمل کرکے دکھا دیا۔ جو آپ نے دوسروں کو تلقین فرمائے تھے۔ قرآن میں کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس کی تفسیر عملی طور پر آپ نے نہ فرما دی ہو۔ دیگر مذاہب میں ہم کو خوش آیند نصائح بکثرت ملتی ہیں۔ اور فلسفۂ اخلاق کے متعلق ناقابل عمل نظریئے بھی اکثر بزرگوں نے پیش کئے ہیں لیکن کسی فرد واحد نے ان باتوں پر خود عمل کرکے نہیں دکھایا۔ لیکن آپ اس کلیہ میں ایک ولینیزا استثنا ہیں۔ جو تعلیم دوسروں کو دی اُس پر خود بھی عمل فرمایا۔

واضح ہو۔ کہ کسی میں کسی استعداد کا ہونا اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اپنی استعداد کو بالفعل پیش کر سکتا ہے۔ اور بعض ہادیانِ طریقت میں بالفرض اگر ارتکاب گناہ کی استعداد نظر نہیں آتی تو چنداں لائق ستائش نہیں۔ کیونکہ اُن کے اکتساب میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اور نہ وہ اُن لوگوں کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ جو اخلاقی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھنے کے طالب ہیں۔ دوسروں کو عفو اور رحمدلی کی تعلیم دینا نہایت آسان کام ہے۔ کیونکہ محض زبانی تلقین سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہم خود بھی ان صفات سے متصف ہیں۔ اُس کے ثبوت کا تو صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنی تعلیم پر عمل کرکے دکھا دیں۔ علاوہ ازیں جس بات کا خود ہمیں نے تجربہ نہیں کیا۔ وہ ہم دوسروں کو کس طرح سمجھا سکتے ہیں۔ صبر اور تحمل کی تعلیم وہی شخص دے سکتا ہے۔ جس نے مثل آنحضرت صلعم یا حضرت مسیح خود تکالیف اور مصائب دُنیوی برداشت کئے ہوں۔ مگر فرق دونوں میں یہ ہے۔ کہ مسیح کو دوسری صفات کو عملی جامہ پہنانے کا موقعہ نہیں ملا۔ آنحضرت صلعم کو ملا اور خوب ملا۔

دراصل جس نے حوادث و تغیرات زندگی کا تجربہ نہیں کیا۔ وہ دوسروں کے لئے کامل نمونہ بھی نہیں بن سکتا۔ ہر اخلاقی صفت کے اظہار کے لئے بعض مخصوص حالات کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور جب تک وہ حالات کسی کی زندگی میں رونما نہ ہوں - وہ شخص اُن صفات سے متصف ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا - عسرت اور خوشحالی یہ دونوں حالتیں، مختلف صفات ذاتی کے اظہار کیلئے ضروری ہیں

آنحضرت یتیمی سے ترقی کرتے ہوئے بادشاہی تک پہنچے - اور اس سبب سے آپؐ کی زندگی حالاتِ بوقلموں کا مرقع ہے - آپ کی زندگی میں مختلف الانوع حالات پیدا ہوئے - اور اس لئے آپؐ کو مختلف صفات کے اظہار کا موقع بھی ملا - ہر موقعہ پر آپ کا امتحان ہُوا - لیکن آپ ہمیشہ پورے ہی اُترے - چونکہ ہمیں اپنی زندگی کے مختلف شعبوں میں مختلف نمونوں کی ضرورت ہے - اور آپؐ کی زندگی میں ہر شخص کے حالات کے مطابق ایک نمونہ موجود ہے اس لئے آپ ہی ایک اسوۂ کامل ہیں - آپ اپنی زندگی میں مختلف حالات سے دوچار ہوئے - یتیم تاجر، ہمسایہ، بیٹا، خاوند، مہاجر، فاتح، قاضی، مقنن جنگ آزما - سپہ سالار - مدبّر ملک، بادشاہ، مرشد، ہادی، ان حالات مختلفہ میں آپ کی زندگی ہر قسم کے لوگوں کے لئے کامل نمونہ ہے - ہم آپؐ کی خصلت اور کیریکٹر کی عظمت کا اندازہ ان نصائح سے نہیں کرتے - جو وقتاً فوقتاً آپ کی زبان وحی ترجمان پر جاری ہوئیں - بلکہ آپ کے اعمال اور افعال سے - اور اس لحاظ سے آپؐ تاریخ عالم میں فرد فرید ہیں - فقید المثال اور بے نظیر ہیں - لیکن اگر کسی شخص کی زندگی میں یہ شان عالمگیریت نہیں پائی جاتی - تو وہ عالمگیر اُسوہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟ قطع نظر زندگی کے بلند پہلوؤں سے جناب یسوع تو روزمرہ کی زندگی میں بھی نمونہ نہیں قرار دیئے جا سکتے -

مثلاً صفتِ عفو کے اظہار کے لئے معیّن حالات کی ضرورت ہے - اور ان کی عدم موجودگی میں کوئی شخص اس صفت سے متصف نہیں ہو سکتا - فرض کیجئے - ایک شخص ہے - جس کو اس کے دشمن آج بُری طرح ستا رہے ہیں - کل ایسا اتفاق ہوتا ہے - کہ وہ مظلوم برسرِ اقتدار آ جاتا ہے - اور اُسے اُن ظالموں سے بدلہ لینے کی قوت بھی حاصل ہو جاتی ہے - تو اب اگر وہ چاہے تو صفتِ عفو کا اظہار کر سکتا ہے - محض عفو کی تعلیم دینے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا - کہ "معلم" میں بھی یہ صفت موجود ہے - علاوہ بریں اگر کوئی مظلوم حالت یاس میں اپنے دشمنوں کو معاف کر دے - تو ظالم یا دشمن اس عفو کی مطلق قدر و منزلت نہیں کر سکتے مثلاً صلیب پر لٹکائے جانے کے بعد اگر یسوع

نے اپنے دشمنوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی - تو بے شک اس سے ان کے دل کی پاکیزگی ضرور ثابت ہوتی ہے - لیکن انہیں وہ مواقع نہ مل سکے جو وہ ان دشمنوں پر قدرت حاصل کرنے کے بعد معاف کرتے - اور اس طرح صفت عفو کا اظہار ہوتا - تاریخ مذاہب میں تو اس بات کی صرف ایک مثال مل سکتی ہے - اور وہ آنحضرت صلعم ہیں - خیال کیجئے آپ فاتحانہ انداز میں داخل مکہ ہوتے ہیں - کُل عرب آپ کے زیر نگین آچکا ہے - اور اہل مکہ تو یکسر آپ کے قدموں پر پڑے ہوئے ہیں اگر آپ چاہتے تو اُن میں سے ہر ایک کا سر تن سے جدا کر دیتے - اُن دشمنوں کا جنہوں نے آپ کو برسوں رات دن ستایا - اور ترک وطن پر مجبور کیا - جنہوں نے آپ کی تذلیل و توہین میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا تھا - اگر آپ اُن کو قتل کرا دیتے تو حق بجانب تھے - انبیائے یہود میں سے اکثروں نے اپنے دشمنوں کو قتل کیا - سزائیں دیں - رامچندر اور کرشن نے بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ نہیں کیا - اور اگر آپ مکہ والوں پر جود و عفو کی بارش نہ فرماتے - تو کوئی قابل اعتراض فعل نہ ہوتا لیکن شاید صفت عفو قیامت تک پردۂ خفا ہی میں رہتی -

بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ آپ کے افعال ذاتی اغراض سے کبھی ملوث نہ ہوئے - تعلی اور اقتدار ذاتی یا نمود سے آپ کو ہمیشہ نفرت رہی - جب آپ کے دشمن مغلوب ہو کر آپ کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا - تم لوگ مجھ سے کس قسم کے سلوک کے متمنی ہو؟ انہوں نے جواب دیا " آپ اخی کریم الطبع اور رحیم النفس ہیں " اس پر آپ نے فرمایا " آج تم پر کوئی الزام نہیں لگایا جائیگا - جاؤ تم لوگ سب آزاد کئے گئے " انہی لوگوں میں سردار قریش عتبہ کی بیٹی ہندہ بھی تھی - جو حضور کو ستانے میں کسی متنفس سے پیچھے نہ رہی تھی - بلکہ اسی عورت نے آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ سینہ چاک کر کے نکال لیا تھا - اور چبا گئی تھی - چونکہ اُسکی ضمیر اُس وقت اس پر لعنت کر رہا تھا - اس لئے برقعہ اوڑھ کر آپ کے سامنے گئی - تاکہ آپ شناخت نہ فرما سکیں - لیکن آپ نے فوراً پہچان لیا - مگر اُس ناخوشگوار واقعہ کی طرف مطلق اشارہ نہ فرمایا - کیا عفو اور درگذر کرنے کی اس سے بہتر مثال دنیا کے پردہ پر مل سکتی ہے یہی وہ عورت ہے - جو آگے چل کر پہلے اسلامی بادشاہ کی ماں بنی - آپ کا دوسرا جانی دشمن ابی

ہندہ کا خاوند ابوسفیان تھا جس نے آپؐ کے خلاف کئی مرتبہ چڑھائی کی تھی۔ اور ہرقل کے دربار میں بھی آپؐ کے خلاف یاوہ گوئی کی تھی۔ اس لئے بغیر وساطت اُسے آپؐ کے سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت عباسؓ اُس کے ساتھ آئے۔ لیکن حضورؐ نے نہ صرف اُس کا قصور معاف کیا بلکہ اعلان فرما دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا، اُس کو معاف کیا جائیگا۔ ہبار ابن الاسود نے جو ایک طور سے آپؐ کی بیٹی کی وفات کا موجب تھا۔ فتح مکہ کے بعد ایران بھاگ جانے کا فیصلہ کیا۔ مگر آپؐ کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں گویا ہُوا "یا نبی اللہ! میں ایران بھاگا جا رہا تھا۔ لیکن آپؐ کی شفقت اور مہربانی نے مجھے آپ کے پاس آنے کی جرأت دلائی۔ آپؐ نے میرے متعلق جو کچھ سنا ہے۔ وہ سب سچ ہے۔ میں اپنے قصوروں کا اعتراف کرنے آیا ہوں" حضورؐ نے اُسے معاف کر دیا (اصابہ)

عکرمہ ابن ابوجہل جو مثل اپنے باپ کے آپؐ کا جانی دشمن تھا۔ بعد فتح مکہ یمن کی طرف بھاگ گیا لیکن حضورؐ کے طرزِ عمل کو دیکھ کر اُس کی زوجہ یمن جا کر اُسے واپس لے آئی۔ اور دوسرے دن آپؐ کی خدمت میں، اُسے حاضر لائی، قبل اس کے کہ وہ حضورؐ کو سلام کرے۔ آپ نے خود بڑھ کر معانقہ فرمایا۔ اور کہا "اے مہاجر! بوطن واپس آمدن مبارک باد" جدید اور قدیم تہذیبوں کے صفحات لوٹ جاؤ، جس قوم اور ملک کی تاریخ چاہو، از اول تا آخر پڑھ جاؤ۔ تم کو اس طرح کی کوئی مثال کسی شخص کی نہ ملے گی جس نے آنحضرتؐ کی طرح، جس نیکی کا وعظ کیا، اُس پر خود بھی عملدرآمد کر کے دکھا دیا۔

اس جگہ میں آپؐ کے فرمان انسداد انتقام خونی کا ذکر بھی کر دوں تو نامناسب نہ ہوگا۔ جس کا رواج ماقبل اسلام ہر جگہ ملک عرب میں موجود تھا۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا۔ تو کئی نسلیں گزر جانے کے بعد بھی قاتل کے قبیلہ کے لوگوں کو قتل کر کے دل ٹھنڈا کیا جاتا تھا۔ اور ایسا کرنے میں وہ حق بجانب سمجھے جاتے تھے۔ آپؐ کے ایک بھائی کو جس کا نام ابن ربیع تھا۔ بچپن میں قبیلۂ بنی لیث کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ اس کو بچپن ہی میں قبیلۂ بنو ہذیل کے بعض افراد نے قتل کر دیا تھا۔ اس کے خون کا ہنوز قصاص نہیں لیا گیا تھا۔ اس لئے اُس کا حق آپؐ کو پہنچا۔ آپ نے اپنے آخری وعظ میں

منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی فرمایا: "آج سے خونی انتقام کی رسم جو زمانۂ جاہلیت میں عام تھی، بند کی جاتی ہے اور حارث کے بیٹے ابن ربیع کا خون اس کے دشمنوں کو معاف کیا جاتا ہے۔"

اگر قرآن شریف میں اخلاق کی جزئیات تک بیان کر دی گئی ہیں- اور اس کے نرم و گرم دونوں پہلوؤں کو واضح کر دیا گیا ہے- تو نبی کریم صلعم کی زندگی میں اُن سب کی تصاویر اصلی حالت میں دکھا دی گئی ہیں- حالت یتیمی سے لیکر بادشاہی تک آپؐ مختلف حالات میں ہو کر گزرے- اور زندگی کے ہر شعبہ کا تجربہ حاصل کیا- اور ان تمام حالات سے متعلق فرائض منصبی کو بھی بوجوہ احسن ادا کیا۔ اس لئے آپ بجا طور پر" اسوۂ حسنہ ہیں- حضور والاؐ کو طفل، نوجوان، متاہل انسان، تاجر، بیٹا، باپ، خاوند، سپاہی، سپہ سالار، مہاجر، مظلوم، مغلوب، غالب، قاہر، بادشاہ، ہمسایہ، فاتح، قاضی، مفتی، مقنن، مرشد، ہادی غرضکہ مختلف حیثیات سے دیکھیں- ہر حیثیت میں آپؐ بنی نوع آدم کے لئے "اسوۂ حسنہ" ہی ثابت ہونگے- ان تمام حالات میں آپؐ نے یکساں طور پر شرافت ذاتی کا اظہار فرمایا۔ کبھی آپ کے مزاج میں تغیر اور تلون رونما نہ ہوا- نہ آپؐ کی طرز زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی- پس اُن ہادیوں کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے- جو آپ کو انسانیت کے معمولی درجہ سے بلند تر نہ ثابت کر سکے- خواہ ہم کسی طریق کار کے پابند کیوں نہ ہوں، آپؐ کی زندگی ہمارے لئے بہر حال سبق آموز ہے اور ہر پریشانی میں اُس سے رہنمائی اور تسلی مل سکتی ہے- نیز آپؐ کا یہ منشاء بھی نہیں کہ ہم اپنے افعال اور خیالات میں دوسروں کا غلامانہ اتباع کریں- آپؐ نے "آزادئ رائے" کی ہمیشہ عزت فرمائی ہے- اور اسی لئے آپؐ نے وسیع پیمانہ پر اخلاقی اصول قائم فرمائے- تاکہ ہم لوگ حسب ضرورت اُن سے اپنے موافق جزئیات مستنبط کر سکیں-

آپؐ کی زندگی قرآن مجید کی جیتی جاگتی تفسیر ہے- ہمیں قرآنی احکام کی تفہیم کے لئے مختلف مفسرین کی کتب کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں- کیونکہ آپؐ کی زندگی میں ان سب کی مثالیں موجود ہیں- اوامر اور نواہی دونوں قسم کے احکام قرآنی پر آپؐ نے عمل پیرا ہو کر دکھا دیا- چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جب کسی کو قرآن کی کسی آیت کا مطلب سمجھاتی تھیں- تو اُس کی تفسیر یا تائید آپؐ کے اقوال و

افعال سے کر دیتی تھیں۔ اور اگر کسی معاملہ میں نبی کریمؐ کے طرزِ عمل کو لوگ آپ سے دریافت کرتے تھے تو قرآن کی مخصوص آیات تلاوت فرما دیتی تھیں۔ اور ایک دفعہ انہوں ہی نے یہ فرمایا تھا "کان خلقہ قرآن" اور ان کی اتباع میں اکثر مفسرین نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور قرآنی اوامر و نواہی کی تفسیر کو آپؐ کے اقوال و افعال سے مؤید کیا ہے۔ قرآن میں پانچسو سے اوپر احکام پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان سب کی مثالیں آپ کی زندگی میں مل سکتی ہیں۔

جو مثالیں عفو کی اوپر بیان ہوئیں۔ وہ سچ مچ قرآنی آیات متعلقہ عفو کی تفسیر کہی جا سکتی ہیں اسی طرح قرآن میں غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق یہ حکم ہے "خدا کی محبت میں اپنی دولت اُن غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کرو جنہیں لڑائی میں گرفتار کیا گیا ہو" اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دشمنوں سے محبت کرنے کا عملی سبق دیا ہے۔ اور حضورؐ نے سب سے پہلے اس آیت پر بھی عمل کر کے دکھا دیا۔ بخوفِ طوالت آیندہ صرف انہی قرآنی آیات کی عملی تصاویر دکھاؤں گا۔ جن پر عمل کرنے کے لئے غیر معمولی اور فوق العادت لیاقت ذاتی کی ضرورت ہوتی چاہئے۔

**ایفائے عہد** مومنوں کی شناخت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے معاہدات کی پابندی کرتے ہیں اور جب وعدہ کرتے ہیں۔ تو اُسے وفا بھی کرتے ہیں۔ (قرآن مجید ۲۳: ۸ و ۵: ۱)

اگر اس حکم کی پابندی ہر شخص اپنا شعار بنا لیتا تو آج دنیا کا اور ہی نقشہ ہوتا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے اس اصول پر بطرزِ احسن عمل کر کے دکھا دیا۔ اس کی چند ایک مثالیں پیش کی جا چکی ہیں جو عیسائی مشنریوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ اور اس لائق ہیں۔ کہ عیسائی حکومتیں اُن کو ہر دم سامنے رکھیں۔ تاکہ وہ اُن مواعید کا احترام کر سکیں۔ جن کی خلاف ورزی اُن کا شعارِ عام ہو چکا ہے آپؐ نے بھی بحیثیت بادشاہ دشمنوں سے معاہدات کئے۔ جنہوں نے آپؐ کے سامنے کڑی شرطیں پیش کیں۔ جو آپؐ کے مقاصد کو بے حد نقصان پہنچانے والی تھیں۔ لیکن آپؐ نے اُن کو تسلیم کیا اور ایسے نازک حالات میں ان کی پابندی کی۔ جبکہ مدبرین یورپ کو اُن سے انحراف کرنے میں مطلق باک نہ ہوتا۔ جنگ بدر کے موقعہ پر مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ آپ کے دو ساتھی

پیچھے رہ گئے۔ انہیں دشمنوں نے روک لیا۔ اور اس شرط پر رہائی دی۔ کہ اُن کے خلاف جنگ میں شریک نہ ہوں۔ جب یہ لوگ حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ تو آپؐ نے انہیں اہل مکہ کے مقابل شرکت جنگ سے ہمیشہ باز رکھا۔ حالانکہ اس وقت ایک ایک شخص ایک ایک دستہ کے برابر وقیع تھا۔

**انصاف پسندی** یہ امر ایفائے عہد سے بھی زیادہ مشکل ہوجاتا ہے۔ جب فریقین میں سے ایک فریق اپنا دشمن ہو۔ اور دوسرا دوست۔ لیکن قرآن فرماتا ہے " یقیناً اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے " ایسا نہ ہو کہ کسی فریق کی معاندانہ روش تم کو جادۂ انصاف سے منحرف کردے۔ خبردار انصاف کو مد نظر رکھو۔ کیونکہ معدلت تقوےٰ سے قریب ہے (قرآن مجید ۱۶: ۹۰ و ۵: ۸) لیکن آنحضرت صلعم نے اس پر من وعن عمل کرکے دکھا دیا۔

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت علّتِ سرقہ میں گرفتار ہوئی۔ اس کے اعزا نے اُسامہ ابن زیدؓ سے آپؐ کی خدمت میں سفارش کرنے کی درخواست کی۔ حالانکہ آپؐ ابن زیدؓ کا بہت خیال فرماتے تھے۔ لیکن اس موقعہ پر آپؐ نے فرمایا۔ اُسامہ! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری خوشنودی کے لئے اللہ تعالےٰ کے احکام سے روگردانی کروں"۔ اس کے بعد آپؐ نے مجلس عام میں یوں تقریر فرمائی " تم لوگوں سے پہلے بہت سی قومیں صرف اسی وجہ سے تباہ ہوگئیں۔ کہ انہوں نے غریبوں کے معاملات میں قانون ملکی کو سخت طریقہ میں برتا۔ اور امیروں کے لئے اس کو ملائم کردیا۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ چوری کا ارتکاب کرے۔ تو اس کے ہاتھ بھی اسی طرح کٹوائے جائیں گے " (بخاری)

اپنی وفات سے چند روز پہلے آپؐ نے اعلان فرمایا۔ کہ اگر آپؐ کے ذمہ کسی کا کچھ آتا ہو۔ وہ بے تکلف طلب کرے، اگر کسی کو کبھی جانی یا مالی نقصان آپؐ کے ہاتھ سے پہنچا ہو۔ تو آپ کی جان اور مال دونوں اُس کی مرضی پر چھوڑ دیئے جائیں۔ کل جماعت خاموش تھی۔ ایک شخص چند درہم کا متقاضی ہوا۔ فوراً وہ رقم قلیل ادا کردی گئی (ابن اسحاق)

ایک مرتبہ آپؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک جماعت آپؐ کے گرد جمع تھی۔ اس اثنا میں ایک شخص نے اپنے بدن کا سارا بوجھ آپؐ پر ڈال دیا۔ آپؐ نے ایک پتلی سی چھڑی سے اُسے ہٹا دیا۔ لیکن چھڑی کی نوک سے اُس کے چہرے پر ایک خفیف سے خراش آگئی۔ آپؐ نے فوراً اُس سے فرمایا۔ مجھ سے انتقام لے سکتے ہو"۔ اس نے کہا "یا رسول اللہ! میں نے بطیب خاطر آپ کو معاف کیا"۔ (ابن داؤد)

آپ ہر شخص کے ساتھ خواہ وہ امیر ہوتا یا غریب اعلیٰ یا ادنیٰ خادم یا مخدوم یکساں سلوک فرماتے تھے۔ سلمانؓ، صہیبؓ اور بلالؓ یہ لوگ آزاد کردہ غلام تھے لیکن ان کے ساتھ وہی برتاؤ ہوتا تھا۔ جو کسی بڑے سے بڑے قریشی سردار سے، ایک مرتبہ سلمانؓ، بلالؓ اور ابوسفیانؓ زعیم قریش تینوں ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلمانؓ اور بلالؓ نے آپس میں کہا۔ کہ ہماری تلوار نے ابھی تک ابوسفیان کو نیچا نہیں دکھایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا۔ تم لوگوں کو یہ جرأت کس طرح ہوئی۔ کہ سردار قریش کے حق میں ایسی بات کہتے ہو؟ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے اس اعتراض سے اُن لوگوں کی دل آزاری تو نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی تو یقیناً تم سے خدا ناراض ہے"۔ ابوبکرؓ فوراً ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا "بھائیو! کیا میرے اعتراض سے آپ کی دل آزاری ہوئی؟ اُنہوں نے کہا "نہیں ہم آپ سے مطلق ناراض نہیں ہیں، عفاک اللہ" (مسلم)

حج ادا کرنے سے پہلے قریش لوگ مزدلفہ نامی اِک جگہ پر قیام کرتے تھے۔ اور اس جگہ کو انہوں نے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ کیونکہ بوجہ عُلُوِّ نسب عامۃ الناس کے ساتھ مل کر بیٹھنے کو معیوب جانتے تھے۔ نبی کریم صلعم نے اس امتیاز کو کبھی روا نہ رکھا۔ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی آپؐ عام لوگوں کے ساتھ ہی اس جگہ قیام فرماتے تھے۔ اور کبھی کوئی آرام دہ جگہ اپنے لئے مخصوص نہ فرمائی۔ آپؐ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص مزدلفہ میں پہلے پہنچ جائے۔ اُسے اچھی سے اچھی جگہ منتخب کرنے کا حق حاصل ہے (مسند ابن حنبل) (از قلم مجاہد فی سبیل اللہ)

# عیسائیت میں انحطاط

(ایک برطانوی مسلم کے قلم سے)

گرجوں اور عبادت گاہوں میں اتوار کے دن عبادت کی بجائے یا عبادت کے ساتھ سینما دیکھنے کا شوق عیسائی ممالک میں یوماً فیوماً بڑھتا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ ہُوا کہ بالڈاک کے عیسائیوں کا ایک جلسہ ہُوا۔ (فرقہ یا جماعت کا نام نہیں بتایا گیا) اس میں صدر نے اپنی تقریر میں کہا "میں چاہتا ہوں۔ کہ اتوار کو گرجوں میں فلمیں دکھائی جائیں۔ ان کا اہتمام ہم خود کریں وہ فلمیں ہم خود بنائیں"۔ سو تعجب نہیں کہ اب ایسی فلم کمپنیاں بن جائیں۔ جو صرف عبادت گاہوں کے لئے فلمیں بنایا کریں۔ یہی باتیں ہیں جن کے پیش نظر اب یہ سوال بارہا سننے میں آیا ہے۔ کہ کیا مذہب کا زوال شروع ہو گیا ہے؟

ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا ایک گرجا میں مذہبی سین دکھایا گیا۔ اس وقت اس امر کو مذہبی لوگوں نے بہت بُرا مانا اور اخباروں میں اس کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ لیکن ان دنوں میں ایسی کھیلوں کا پیش کیا جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں رہا۔ اب اگلا قدم یہی ہے کہ گرجاؤں میں مکمل طور پر ایک سٹیج قائم ہو اور اس سٹیج پر عبادت گذاروں کے لئے پوری لوازمات کے ساتھ کھیل پیش کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے غیر آباد گرجے تو سینما گھروں میں تبدیل کئے جا رہے ہیں۔ سو اس سے قبل کہ یہ چھوٹے موٹے گرجے ا بڑ کر رہ جائیں یہ کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی فضا میں زندگی اور دلچسپی پیدا کر دی جائے۔ اس سے یہ ضرور ہوگا۔ کہ گرجوں کے منتظمین دیوالیہ ہونے سے بچ جائیں گے۔ مگر ساتھ ہی اُن کے اس ایمان کا دیوالہ بھی نکل جائے گا جس کے علمبردار وہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس طرح سے گرجوں میں لوگوں کی حاضری بڑھ جائیگی۔ لیکن یہ لوگ عبادت گذاروں کی حیثیت سے نہیں بلکہ تماشہ بینوں کی حیثیت سے آئیں گے۔

راقم الحروف جہاں بیٹھا ہے۔ یہاں قریب ہی دو عمارتیں بے آباد پڑی ہیں۔ ان عمارتوں کا مصرف کیا تھا؟ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہر اتوار کے دن یہی عمارتیں عبادت کرنے والوں سے پُر ہو جاتی تھیں۔ اس سے

کچھ دور آگے ایک اور عمارت نظر آتی ہے - اس میں دو ہزار نشستوں کا انتظام ہے - یہ مقام کبھی عبادت اور مذہبی سرگرمیوں کا مرکز تھا - لیکن اس وقت ایک سینما ہے - کیونکہ عبادت کی غرض سے لوگوں نے اس کی طرف رجوع کرنا ترک کر دیا تھا - اس سے ذرا آگے چلے جائیے تو مرکزی لندن کے ایک پُر رونق بازار میں پہنچ جائیں گے - تھوڑے ہی سال گذرے یہاں تین بڑی بڑی عبادت گاہیں تقریباً ساتھ ساتھ کھڑی تھیں ان میں سے ایک کی جگہ اب دوکانیں ہیں - اور ان دکانوں کے اوپر دفاتر ہیں - دوسری عبادت گاہ کی جگہ بجلی اور ریڈیو کے سٹور نظر آتے ہیں - اور ان کے اوپر رہائشی مکان ہیں - ٹیمز کے دوسرے کنارے پر جہاں ہم بس کے ذریعے چند لمحوں میں پہنچ سکتے ہیں - ایک بڑا گرجا ہے - یہ گرجا CaPwinist جماعت کا صدر مقام تھا - یہاں کے مبلغ کا نام کئی ایک ممالک میں مشہور تھا - یہ اب بھی ایک مذہبی مرکز ہے - مگر یہاں اب یہودی لوگ اپنے مذہبی فرائض انجام دیتے ہیں - گویا یہودیوں کا عبادت گاہ ہے - اسی جگہ ایک اور بے آباد گرجا ہے جو کسی زمانہ میں ادائیگی نماز کی ایک خاص صورت کی وجہ سے مشہور و معروف تھا - میں نے اس طرح کی کئی ایک اور مثالیں بھی سنی ہیں - لندن کے دوسرے حصوں میں بھی یہی حالت ہے - لیکن میں نے صرف وہ مثالیں پیش کی ہیں جن کے درست ہونے کے متعلق مجھے یقین کلی حاصل ہے - یہ مقامات میں نے دیکھے ہیں - یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ یہ گرجے سینما کی وجہ سے بے آباد ہوئے ہیں - جب خاموش فلمیں شروع ہی ہوئی تھیں - اُسی وقت گرجوں کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہو گئی تھی - مذہب میں یہ انقلاب کیوں رونما ہوا ہے ؟ اگرچہ اس انقلاب کی حقیقت بہت روشن ہے - مگر پھر بھی اس کا اعتراف نہیں کیا جاتا حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ عیسائیت میں جو قوت جاذبہ کبھی ہوتی تھی - وہ اب مفقود ہو چکی ہے - اس کی طاقت اب انحطاط پذیر ہو چکی ہے - اور جب یہ انحطاط شروع ہوا - تو پہلے "سنڈے لیگ" کو اس کا ذمہ دار قرار دیا گیا - سنڈے لیگ اتوار کے دن سمندر کے کنارے تفریحی پروگرام مرتب کیا کرتی تھی - لوگ ریل میں بیٹھ کر باہر چلے جاتے تھے - اس کے بعد ایسی تفریحیں موٹروں کے ذریعے ہونے لگیں - لوگوں کی جماعتیں نہ صرف سمندر کی طرف بلکہ دیہات میں اتوار منانے کے لئے جانے لگیں - اور اب یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں - یعنی اس کے ساتھ سینما بھی شامل ہے - مذہبی لوگ اب اس کی روک تھام کرنے سے عاجز ہیں

اب مخالفت کی بجائے تفریح کے مقابلہ میں تفریح کے سامان کی تجاویز کی جاتی ہیں۔ تاکہ کھلی ہوئی تباہی سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

کل میری ملاقات اپنے ایک پرانے دوست سے ہوئی۔ یہ صاحب چرچ آف انگلینڈ کے پادری رہ چکے ہیں۔ دوران گفتگو میں آجکل اور پچاس سال قبل گرجے کی زندگی کا ذکر آگیا۔ میرے دوست پہلے بھی کہا کرتے تھے اور اب بھی انہوں نے وہی بات دہرائی۔ کہ خدا کی عبادت کی بجائے اب مسیح کی پرستش ہوتی ہے۔ پھر گذشتہ مبلغوں کے متعلق ذکر آگیا انہوں نے کہا کہ اس وقت یہ زوال شروع ہو چکا تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے" وہ سچ کہتے تھے۔ یہ گھن اپنا کام کر رہا ہے۔ جو انجام سامنے نظر آتا ہے۔ وہ ایک خوفناک تباہی ہے۔ اب بھی اگر رہنما محسوس کریں کہ دراصل خدا ہے۔ جس سے انہوں نے اپنا تعلق توڑ دیا ہے۔ وہ خدا جس کے وہ حقیر بندے ہیں۔ تو شاید کسی بہتر انجام کی توقع ہو سکے۔ یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے اور وہ یوں کہ وہ اپنے پیغمبر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم کا صحیح مطالعہ کریں۔ اس کو سمجھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ ان کی تعلیم میں سب سے زیادہ نمایاں بات جو تھی وہ یہ تھی کہ صرف ایک ہی خدا ہے جس کو ہم مسلمان اللہ کہکر پکارتے ہیں۔ اس اللہ کی عبادت کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام تاکید فرماتے تھے۔ اور یہی وہ ذات پاک ہے جسکی رضا پوری ہوتی رہی اور ہوتی رہیگی

---

# حضرت محمد صلعم سماجی مصلح کی حیثیت سے

(از قلم جناب جے پارکنسن)

ایک متوسط یورپین جب اس مضمون کی سرخی کو پڑھیگا۔ تو وہ غالباً اپنے کندھے اچکائیگا۔ اور غرور سے مسکراتے ہوئے یہ خیال کرے گا۔ کہ محمد بحیثیت انسان اور اصطلاح شوشلسٹ میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ تاہم علم معاشرت کے اصول جو حضرت محمد صلعم نے سکھلائے اور اپنی توضیح آئین میں داخل کئے وہ اسلام کی سیاسی تعمیر میں کامل طور پر سرائیت کر چکے ہیں۔ ورحقیقت ایک توسیع کا عالمگیر جذبہ جو

داشتا مسلمان کو ملا ہے ۔ اُس نے مسلمان کو مغرب میں پیرینیز اور مشرق میں دریائے سندھ اور آکسیس تک پہنچا دیا۔ جہاں تک کہ مادی شان اور فاتحانہ ولولہ کا تعلق ہے یہ اسلامی آئین کی معاشرتی ماہیت اور تاثیر کا طفیل ہے کہ جس نے عربوں کے تہذیب کی عمارت کو مضبوط بنایا ۔ اور اُس کو برقرار رکھا۔ اور تمام ہمعصر اور سابقہ سلطنتوں پر برتری دی۔ جس کی بدولت غرناطہ یورپ کا سرتاج شہر کہلایا ۔ بغداد مشرق کے لئے فخر کا باعث ہوا ۔ دمشق صحرا کے موتی کے نام سے مشہور ہوا ۔ اور قرطبہ دنیا کی سب سے بڑی عظمت کا سبب ٹھیرا ۔ کسی قوم کو سربلند کرنے معاشرتی اور ذہنی ترقی دینے علوم خانہ داری اور سیاست میں نمایاں کرنے اور سائنس ۔ علوم و فنون اور ادب میں صحیح معنوں میں متعلم بنانے کے لئے تمہارا یہ پہلا فرض ہے کہ اس قوم کے اخلاق اچھے بناؤ ۔ اُن میں صحیح اخلاق کے جاننے کی صلاحیت پیدا کرو ۔ قبل اس کے کہ تخیل کے دوسری صورتوں پر عمل کیا جائے ۔ اس لئے نبی صلعم کی پہلی سماجی اصلاح لوگوں کی اخلاقی درستی تھی ۔ حقیقت میں اُن کی تمام تعلیم کا لب لباب اخلاق ۔ علم اخلاق اور روحانیت تھا جس پر تمام آئین کی بنیاد رکھنی چاہیئے ۔

سلطنت افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور سلطنت کو انتہائی ترقی پر پہنچانے کے لئے تمہارا یہ فرض ہے کہ ہر شخص کو ترقی دو ۔ روحانی ترقی تمام مادی ترقی کی جڑ ہے ۔ ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے ۔ کبھی ایک کا عروج ہوتا ہے تو کبھی دوسرے کا ۔ لیکن روحانی ترقی ریاست کے تمام کل پرزوں کی خاص چُول ہے ۔ اور ترقی اور تہذیب کی پیمائش کا خالص آلہ ہے ۔

## انسانی برادری

اس لئے نبی صلعم نے اسلامی برادری کے اعلےٰ تصور کو مسلمان سے اور سلطنت کو سلطنت سے باندھ کر رواج دیا ۔ یہ کہہ سکتے ہیں ۔ کہ حضرت عیسےٰ اور دوسرے انبیا نے بھی اپنے حواریوں کو برادری کے اصول سکھلائے ۔ ہاں حواریوں کو ۔ لیکن حضرت محمد صلعم نہایت کشادہ دل اور اولوالعزم تھے ۔ اور انہوں نے اپنے دور میں صرف مسلمانوں کو ہی اپنے سینہ سے نہیں لگایا بلکہ تمام اولاد آدم کو ۔ ایک خدا ۔ ایک قوم ۔ ایک خالق اور ایک مخلوق کی روشن تعلیم کو عملی جامہ پہنایا ۔

اسے ایک مسلمان ہو یا ایک یہودی یا ایک عیسائی ہو یا ایک صابی ۔ جو کوئی بھی خدا پر

ایمان رکھتا ہے۔ جس کو روز آخرت کا یقین ہے اور نیک عمل بھی کرتا ہے۔ اُس کا انعام خدا دے گا۔ اُس کو کسی قسم کا ڈر یا غم نہیں ہونا چاہئے۔ یہ عقیدہ کہ ہر شخص کی جانچ اُس کے اعمال سے ہوگی یقیناً پچھلے عقیدوں سے بہتر تھا۔ کہ خداؤں کو قربانی سے راضی کر سکتے ہو یا صرف اس عقیدہ پرکہ حیوانی۔ انسانی یا ربانی قربانی میں اثر ہوتا ہے اُس کی نجات کا انحصار اُس کی محنت۔ اُس کے عمل اور اس کے خیالات پر ہے

## آزادی ایمان

مذہب کی تاریخ میں سوائے شاید بودھ مہاراج کے جو اس منزل میں اچھے خاصے حد تک کامیاب رہے اسلام کی توسیع اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ اُس کا رویہ ایک نرالی بات تھی۔ اسلام نے منادی کی کہ مذہب میں سختی کی اجازت نہیں ہے۔ تمہارا کام صرف ہدایت کرنا ہے۔ اور بس۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں کو اُن کی طبیعت کے رجحان یا عقیدہ کے مطابق کامل آزادی رائے اور عبادت حاصل ہوئی۔

## احکام شرعی کی حکومت پر برتری

جہاں تک کہ مسلمان کا تعلق تھا۔ احکام شرعی نے اس عقیدہ کو قطعی رد کر دیا۔ کہ افراد کے اخلاق کے جانچ کا معیار ریاست یا قوم سے علیحدہ ہے۔ حکومت کی جانچ اُسی آلہ سے کی جائیگی جس سے کہ افراد کی۔ ایک حکومت اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی۔ بلکہ حقیقت میں اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا ڈر ہے۔ جب تک کہ اندرون خانہ مثل دو شخصوں کے درمیان انصاف بغیر رو رعایت کے نہ کیا جائے۔ اسلام کے نبی کے سر یہ سہرا ہے کہ انہوں نے ایسا آئین بہم پہنچایا جس سے نا انصافی کا پتہ چل جائے اور چاہے اس میں امیر ہو یا غریب۔ اعلےٰ ہو یا ادنےٰ اُس پر فتویٰ لگایا جا سکے۔

## عورت کا مرتبہ بلند کیا

عورت کا مرتبہ اتنا اونچا کیا جتنا مشرق یا مغرب میں اس سے پہلے اُسے کبھی حاصل نہ تھا۔ اُس کے حقوق کی قانون کی رو سے حفاظت کی اور اس کے شوہر کو اُس کی محنت کے پھل پر کوئی حق نہیں دیا اور نہ اُس کی ملکیت پر۔ حالانکہ بیوی کی حیثیت سے اُسے چند قانونی حقوق اپنے شوہر پر حاصل تھے۔ جن کو وہ

ترک نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس سے اُسے محروم کر سکتا تھا۔

## غلام کا درجہ بھائی کے برابر کیا

غلامی کو نیست و نابود نہیں کیا لیکن غلامی کی سماجی حیثیت بالکل بدل دی یہاں تک کہ وہ خاندان کا ایک فرد بن گیا۔ اُس کے متعلق قانون ایسے بنائے کہ اگر مسلمان اُن پر عمل کرتے تو غلامی اسلامی ممالک میں صدیوں پہلے ختم ہو چکی تھی۔ میں یہاں یہ کہوں گا کہ ایک آدمی کو ایک مسلمان غلام صرف اُسی صورت میں بنا سکتا ہے۔ جبکہ وہ لڑائی میں بحیثیت قیدی کے ہاتھ آیا ہو۔ اور اگر وہ فدیہ دیکر اپنے کو چھڑا سکتا ہے تو وہ غلام نہیں بنایا جا سکتا یا جس قوم سے اُس کا تعلق ہو اُس کو ضمانت پر رہا کرا سکتی ہے۔

## شراب خواری اور جوا

دوسری قیمتی سماجی اصلاح تمام قسم کے جوؤں کی منسوخی تھی جو آج موجودہ عیسائی دنیا کے لئے لعنت کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ دوسرے تیز شراب کی قطعی ممانعت کی جو مغرب کے لوگوں کی ذلیل ترین اور تباہ کن عادت ہے۔ یہ وہ برائیاں ہیں جو نسلوں سے یورپ کے مرد اور عورتوں کو کمزور اور عیش پسند بناتی چلی جا رہی ہیں۔ کسی مذہب نے سوائے اسلام کے ان برائیوں کے تنسیخ کی کوشش نہیں کی۔

## دفینہ کی ممانعت

حضرت نبی صلعم کی تعلیم کے دو رخ سے تو موجودہ سوشلسٹ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے پہلا آپ کا سود خواری کو منع کرنا۔ روپے کو اس غرض سے کاڑ کر رکھنے کی کہ اُس کو سود پر چلایا جائے اور بغیر محنت کئے ہوئے اُس پر گذارہ کرے ممانعت کی۔ ہر مسلمان کو اپنی قوت لا یموت (غذا) کے لئے محنت کرنا چاہئے۔ اس قانون کی رو سے دولت کی تقسیم زیادہ برابر ہو گئی۔ اس قانون کی وجہ سے بہت سے مفلس قلاش ہونے سے رہ گئے اور چند لکھ پتی۔ خلیفہ عمرؓ نے اپنے آقا کی تعلیم پر یہاں تک عمل کیا کہ "خزانہ" عامرہ میں فاضل روپیہ رکھنے سے انکار کر دیا اور لوگوں کو اُن کی ضرورت کے لحاظ سے ہر جمعہ کو زائد رقم بانٹ دی جاتی تھی۔ دوسرا رخ۔ نبی صلعم کا غلہ کو کھیتوں میں چھپا کر رکھنے کو منع کرنا تھا۔ یعنی غلہ کی اجارہ داری بند کی جس سے قیمت میں اضافہ ہو سکے اور غریبوں کو تکلیف پہنچے۔ اگر اسلام کے چند قوانین کا رواج اس وقت انگلستان میں ہو جائے

تو بہت سے گھرانوں کو اُن کی فکروں سے نجات مل جائے -

## کامل جمہوریت

اسلام کے سیاسی اصول کو یورپ کے زیادہ تر لوگوں نے اچھی طرح پر نہیں سمجھا ہے سیاسی حیثیت سے اسلام ایک برادری ہے اور اس لئے جمہوریت ہے - اسلامی حکومت کے ایک ادنٰے سے آدمی کی بات جس کا تعلق حکومت یا مذہب سے ہو اسی طرح مانی جاتی ہے جیسے کہ اُس حکومت کے حکمران کی - اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں -

حضرت محمد صلعم نے ایک اسلامی ریاست کے افسر اعلےٰ کے لئے خطاب مقرر کرنے کے کوئی خاص قواعد نہیں بنائے کہ وہ ایک شخص ہو یا لوگوں کے ایک جماعت ہو - یہ مسئلہ تو لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا - جس کو اجتماع یا مسلمانوں کا آپس کا فیصلہ کہتے ہیں - وہ ایک بادشاہ ایک سلطان - ایک میر مجلس یا ایک پنچایت مقرر کر سکتے ہیں - لیکن اس سے کوئی غرض نہیں - جس کسی کا بھی تقرر ہو چاہے فرمانروائے صوبہ ہو یا حکمران جماعت - اُس کا یہ کام ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ جن قوانین کو محمد صلعم نے بنایا تھا - اُن کی تعمیل کی جاتی ہے اور یہ کہ کوئی تازہ قانون بالتفصیل جن کا تعلق ریاست کے انتظام سے ہو اُس مقنن اعظم کے اصولوں کے مطابق ہے -

افسر اعلےٰ کا یہ فرض تھا کہ وہ ریاست کے بیرونی اور اندرونی مفاد کی حفاظت اسلام کے قوانین کے مطابق کرے - اسلامی حکومت میں افسر اعلےٰ کی حیثیت صرف انتظامی اور ملکی ہے - کسی خلیفہ یا فرمانروائے صوبہ کو یہ آزادی نہ تھی نہ ہے کہ وہ عدالت انصاف کے فیصلے کے خلاف کچھ کر سکے - انصاف کی عدالتیں آزاد تھیں جس میں امیر و غریب - سلطان اور نوکر برابر برابر - قاضی سماعت اور تحقیقات کرتا تھا - ایک بھکاری کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ بادشاہ کو عدالت میں طلب کرا سکے -

## مزدوری

انگلینڈ میں بھی ابھی تھوڑا عرصہ ہوا - کہ زمیندار لوگ محنت اور مزدوری کو ذلیل کام خیال کرتے تھے اور یہ خیال اب بھی ہے لیکن اس کی اہمیت کم ہوتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ معاشی - سیاسی اور سماجی

دنیا جو دولت کا پڑ رہا ہے اُس سے یہ خیال معدوم ہو رہا ہے۔ برخلاف اس کے محمد صلعم نے مزدوری کو عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اس کو اونچے سے اونچا درجہ عنایت کیا۔ وہ خود ایک کام کرنے والے تھے۔ اور ایسے ہی اُن کے ابتدائی اور بہت جوشیلے پیرو۔

## کوئی تعلقداری نہ تھی

زمین ہمیشہ اسلامی ممالک میں بہت بڑی جائداد خیال کی جاتی ہے جس سے مالگزاری حاصل ہوتی ہے۔ تمام زمین حکومت کی ملکیت تھی اور لوگوں کو پٹہ پر غیر مقررہ ٹیکس پر دے دی جاتی تھی۔ ٹیکس حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتا تھا۔ لیکن یہ خیال ہمیشہ رہتا تھا کہ اتنا زیادہ ٹیکس نہ لگایا جائے کہ لوگ بالکل مفلس ہو جائیں یا اُن کو اپنی زندگی دوبھر ہو جائے۔ اگر اُس قانون کی پابندی کی جاتی تو بڑے بڑے زمیندار اور دولتمند طبقہ پیدا نہ ہوتا۔ کسی شخص کے مرنے کے بعد اُس کی جائداد کی تقسیم قانون کی رو سے مقرر کی جاتی تھی۔ اور ایک خاص درجہ کے اندر تمام رشتہ داروں کو حصہ رسدی دے دیا جاتا تھا۔ اس طرح نہ بہت زمین اور نہ بہت دولت کسی ایک شخص یا کسی بزرگ خاندان کے پاس اکٹھا ہو سکتی تھی۔

## بڑھاپے کی پنشن

بڈھے اور کمزوروں کی ذمہ وار حکومت ہوتی تھی۔ اور حکومت اُن کی پرورش بھی کرتی تھی۔ بڑھاپے کی پنشن کا قانون اسلام میں صدیوں پرانا ہے!

ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہم کو کسی منصوبے باندھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ نبی صلعم کا موجودہ سماجی معاملات میں کیا رویہ ہوتا۔ اگر اُن کے اصولوں کی پابندی سب کرتے تو آج ذاتیات کے جھگڑے نہ ہوتے۔ نہ کوئی مفلس ہوتا نہ دولت کے ٹھوس وزن سے تمام سوسائٹی کی عمارت پاش پاش ہو جاتی اور نہ کوئی اجارہ دار ہوتا۔ یہ تھا وہ دور اندیش نہ اور پر مغز آئین اُس مرد واحد کا جس نے اپنی ذہانت کی روشنی [illegible] اپنی وحی کی قوت سے ملک عرب کو جگمگا دیا۔

## اسلام کا مطالعہ کرو

دنیا کے بڑے مذہبوں میں اسلام سب سے نیا مذہب ہے۔ لیکن یہی صرف ایک پہلا مذہب

ہے جس نے تمام انسانی برادری کا بہترین تصور قائم کر کے دنیا کو یہ دلکش مژدہ سنایا - یہ بالکل قدرتی بات تھی - انسانی برادری کا تصور خدا کی وحدانیت اور اُس کے عام ربانیت کی دلیل ہے مسلمانوں کو چونکہ اللہ کی کامل وحدانیت کا پکا یقین ہے اس لئے وہ فطرتاً تمام انسانوں کی مساوات کے اصول کے سب سے بڑے حامی ہیں - اس واقعہ کی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے - نبی صلعم جن پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں - اسی وجہ سے رحمۃ اللعالمین کہلائے　　اور وہ حقیقت میں اس لحاظ سے رحم کا مجسمہ تھے - اگرچہ اللہ کے نبی اور ملک عرب کے بادشاہ تھے انہوں نے اپنی زندگی ایک بہت غریب عرب کی سی بسر کی اور اس طریقہ پر لاکھوں میں ایک عملی مثال قائم کرتے ہوئے دنیا کے سامنے مساوات کا صحیح نمونہ پیش کر دیا - آپ کی ذاتی پرتو کے اثر سے عرب کا ریگستان مثل گندن کے چمک اٹھا جس کسی نے توحید کا سبق آپ سے پڑھا اُس نے خود بخود برادری کے اصول کو جان لیا - مغرور قریش - خونخوار بدو اور حبش کو ناچیز غلام سب نے اپنی پہلی فوقیت کو بھلا دیا اور اپنے آقا کے قدموں میں پہنچکر سب ایک سطح پر آگئے - یہ اسلامی برادری کی جان تھی جس نے حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین کو جو اپنے وقت کے بڑے سے بڑے حکمرانوں میں سے تھے ترغیب دی کہ اُن کا غلام اپنے مالک کے اونٹ پر اُن کی جگہ بیٹھے اور اُس کا آقا اپنے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں لیکر پیدل چلے - یہ ایک اور رواداری کی مثال تھی جس کو اسلام نے ... زیادہ مشرف بنا دیا تھا جس کی بدولت جو آج غلام تھا وہ کل شہنشاہ ہو گیا - ہر شخص کو اپنے مرتبہ پر پہنچنے کے لئے جو اسلامی برادری کا ماحصل ہے کامل آزادی کا حاصل ہونا چاہیے وہ روحانی ہو یا دنیاوی - ایک پارس کی مثال ہے جس سے مس ہوتے ہی کرشمے ظاہر ہونے لگتے ہیں -

خدا کی وحدانیت کا عقیدہ اور محمدؐ کی رسالت کا یقین - عبادت - روزہ - حج اور زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان ہیں - اور یہ پانچوں ارکان ہم کو برادری کے اصول کی تلقین کرتے ہیں -

## کلمہ

لا الہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ - یعنی کلمہ - جو مسلمان کے دین کا رکن ہے ایک ہی وقت میں خدا کی کامل وحدانیت اور تمام انسانوں کی ایک برادری کی تعلیم دیتا ہے - اس کا اردو ترجمہ یہ ہے -

سوائے خدا کے کوئی چیز عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اُس کے رسول ہیں۔ صرف خدا ہی برتری اور شان کے قابل ہے اور خدا کے علاوہ سب آپس میں برابر ہیں اور اس سے کمتر ہیں۔ نبی اور اللہ کا ذلیل سے ذلیل بندہ۔ شہنشاہ اور گلی اور کوچہ میں پھرنے والا غریب بھکاری آپس میں برابر ہیں اور خدا سے ادنٰے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ایک دوسری کی پرستش کرے لیکن اُن میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کے آگے جو سب کا مالک ہے سر جھکائے۔

## نماز

دوسرا رکن نماز ہے یا جس کو اسلامی طرز عبادت کہتے ہیں۔ نماز حقیقت میں انسانی برادری کے تصور کا جو کلمہ میں بیان کیا گیا ہے مظاہرہ ہے جس کا عملی ثبوت روزانہ زندگی میں پایا جاتا ہے۔ یہ حقیقت میں غیر مسلموں کے لئے عام طور پر اور ذات پات کے ظلم کے مارے ہوئے مثل ہندوؤں کے خاص طور پر ایک سبق ہے۔ یہ کس قدر دلکش نظارہ ہے کہ گلیوں میں جھاڑو دینے والے مہتر کو یہ حق حاصل ہے کہ مسجد کی منبر اور محراب میں جلئے اور رب العالمین کے سامنے اعلےٰ سے سلطان کے کندھے سے کندھا ملائے نماز کے لئے کھڑا ہو۔ نہ یہاں کسی قسم کی نفرت ہے نہ چھوت چھات کا ڈر ہے۔ بلکہ جذبہ برادری کی بے نظیر مثال ہے۔

## روزہ

تیسرا رکن روزہ ہے۔ روزہ سے بڑھکر کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے بھوک کی تکلیف کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ یہ تکلیف روزانہ ہمارے ہزاروں بھائیوں کو اُٹھانی پڑتی ہے۔ ایک بادشاہ اپنی بھوک سے مرنے والی رعایا کی حالت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جبکہ وہ خود کھانے کے بغیر رہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی روزہ کا مقصد بھی عام انسانی ہمدردی ہے۔

## حج

چوتھا رکن حج یا مکہ کا سفر ہے۔ جس کو تمام دنیا کے لوگوں کی مجلس کہنا بجا ہوگا۔ یہ مجلس ہر سال ہوتی ہے۔ جہاں تمام دنیا کے مسلمانوں کو آپس میں تبادلۂ رائے۔ خیالات اور ہمدردی کا موقع آسانی سے

ملتا ہے۔ حج کا سب سے بہتر اور افضل حصہ یہی ایک عام برادری کا مظہر ہے۔ جس کو احرام کہتے ہیں۔ جب کہ تمام حاجی مع بادشاہ اور عام لوگ جمع ہو کر ایک ہی قسم کا لباس دو بغیر سلے ہوئے ٹکڑوں کا پہنتے ہیں۔

## زکوٰۃ

پانچواں رکن زکوٰۃ ہے۔ اسلام نے غریبوں کے حق میں اس کی تاکید کی ہے۔ زکوٰۃ کے رکن سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اسلام امیروں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ غریبوں سے صرف زبانی ہی ہمدردی نہ کریں بلکہ اصلی قربانی کے لئے اپنی جیبیں خالی کریں۔ کوئی مالدار آدمی اسلامی برادری میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اس کے لئے تیار نہ ہو کہ وہ جو کچھ کہ خدا نے اس کو دیا ہے اس میں سے غریب برادری والوں کو بھی دے۔

اس طرح سے اگر تشریح کی جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اسلام کے تمام ارکان ہم کو عام برادری کا پسندیدہ اصول سکھاتے ہیں۔ ایک مذہب جس کا مطمع نظر مساوات اور برادری کے اصول کے متعلق ایسا ارفع و اعلےٰ ہو ہر انسان کا فرض ہے کہ اس کا مطالعہ کرے۔


# موضوع قرآن

## تہذیب انسانی اسماء الٰہیہ

یہ مضمون ہمارے روزانہ دستور العمل کا ہادی ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی تفسیر ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ اسمائے الٰہیہ کو خوش قلم قطعات میں لکھ کر نشستگاہوں کی دیوار پر معلق کر دیا جاتا ہے۔ کاش ہم ان قطعات کو خانہ دل کی دیواروں پر چسپاں کرتے اور اپنے اخلاق ان ناموں سے مزین کرنے لگتے فی الواقعہ ان قطعات کا دیواروں پر آویزاں کرنا حقیقی برکت کا موجب ہو جاتا

حجم ۲۴۴ صفحات سائز ۲۰×۲۶/۸ قیمت ۲/ ملنے کا پتہ

منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ (پنجاب)

# عید الضحیٰ (۱۳۶۵ ہجری) شاہجہان مسجد ووکنگ میں

عید الضحیٰ مسجد ووکنگ میں ۴ نومبر ۱۹۴۶ء کو منائی گئی

موسم اچھا تھا۔ تقریباً ۳۵۰ آدمی حاضر تھے۔ نماز عید مولانا ولیم بشیر پکرڈ نے جو ایک انگریز مسلم ہیں اور جو اپنی خدا پرستی اور زہد کے لیے مشہور ہیں پڑھائی۔ موسم سرما اور سفر کے اخراجات کے بڑھنے کا خیال کرتے ہوئے اور یہ کہ لندن ہی میں دو جگہ عید کی نماز پڑھائی جاتی ہے۔ ایک مشرقی کونہ میں اور دوسری ریجینٹس لاج لندن مغرب نمبر ۸ میں جو اسلامی تہذیب کا مرکز ہے حاضرین کی تعداد مسجد کے ارکان کی امید سے زیادہ تھی۔ جیسا کہ دستور تھا۔ ان میں تین مسلم قوم کے افراد تھے۔ جو ایک چھوٹے حج کا منظر تھا۔ خطبہ جو مولانا بشیر پکرڈ نے پڑھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

## خطبہ عید الضحیٰ ۱۳۶۵ ہجری

میرے بھائیو اور بہنوں۔ آج کا دن اس پرانی قربانی کی یادگار ہے۔ وہ قربانی جو حضرت ابراہیم نے خدا کے سامنے ادا کرنی چاہی تھی۔ یعنی خاص بیٹے کی قربانی۔ جس قربانی کو رحم نے برطرف کر کے عمل کے بدلے نیت کی خواہش کو قبول کرتے ہوئے دستور کے مطابق ایک بھیڑ قربان کر دیا۔

ہم صدیوں کے بعد یہاں جمع ہوتے ہیں۔ جو ایک بالکل مختلف ملک ہے تاہم ہم اُن باتوں پر آج غور کرتے ہیں۔ ہم اس واقعہ کو مشیت ایزدی کی کامل رضا جوئی تصور کرتے ہیں۔ ہم اس واقعہ کو اُس سب سے بڑے رحم کرنے والے کے رحم سے منسوب کرتے ہیں۔

ایسا خیال کیا جاتا ہے یہ حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ بلکہ اس بیسوی صدی میں اُس پرانے تاریخی واقعہ کی مسلسل یاد سے ہمیں کیا عملی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لوبان جلانے اور قربانی کرنے کے دن یقیناً گذر چکے ہیں۔ پھر کیسے حضرت ابراہیم کی یاد اور انکے بیٹے اور انکی قربانی کو ہماری روزانہ زندگی سے کوئی نسبت ہو سکتی ہے وہ زندگی جو ہم میں سے ہر ایک کو اس بعد کے زمانہ میں بسر کرنی چاہئے۔ جس کو صدیاں گذر چکی ہیں۔ اور

جوش ایک مدافعت کرنے والے سمندر کے اگلے وقتوں اور اگلے طریقوں کو بہا لے گئی ہے۔

اتنی تیزی سے نہیں۔ ایسی بے اعتبار باتوں کے متعلق اتنے یقین کے ساتھ نہ کہو۔

میں جواب دینے کی کوشش کروں گا۔ تاکہ تم دیکھو کہ حضرت ابراہیم کی قربانی کے دن کی یاد کو ہم سب کے روزمرہ کی زندگی سے کیسی زبردست نسبت ہے۔

تم کہتے ہو۔ صدیاں گذریں۔

میں کہتا ہوں۔ ذرا ہوشیار ہو۔ نظر وسیع کرو۔ اس معاملہ کا تعلق خدا سے ہے جو ہمیشہ سے ایک ہے۔ جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ جس کی نظر میں ہزاروں برس ایسے ہیں۔ جیسے کل جو گذر جائے۔ اس لئے صدیوں کے ختم ہو جانے سے صورت حال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

دوسرا سوال جو اٹھایا گیا ہے وہ قربانی کا ہے۔

تم کہتے ہو کہ قربانی کے دن اور طریقے سب بدلنے اور بے ڈھنگے ہو چکے ہیں کوئی شخص آج اپنے بیٹے کی قربانی خدا کے لئے نہیں کریگا۔ خدا کی راہ میں قربانی کرنے والے پشیمان اور شکستہ دل ہیں۔

دنیا ابھی ایک تاریک اور خوفناک جنگ کے اثرات سے باہر نکل رہی ہے۔ اگر لڑائی نے اپنی چھ سالہ تکالیف سختیوں اور شدید خوف سے دنیا کے لوگوں کو کچھ سکھلایا ہے تو کیا یہ نہیں کہ فتح قربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ قربانی کا تخیل ابھی تک مردہ نہیں ہوا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیسے مردہ ہو بھی سکتا ہے۔ قربانی سے تم زندگی حاصل کر سکتے ہو۔

آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہ بتلاؤں کہ قربانی کا ہم میں سے ہر ایک سے کیا تعلق ہے۔ قربانی کو ہم سے کیا نسبت ہے۔ ہم کو کیا قربانی کرنی چاہئے۔ اور اگر ہم قربانی کریں بھی تو قربانی سے ہم کو یا ہماری جماعت کو کیا فائدہ پہنچے گا۔

آپ مجھے کہنے کی اجازت دیجئے تاکہ میں اس بات کو آپ کے سامنے غور کرنے کے لئے پیش کروں کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایسی ہی بڑی قربانی کرنی ہوگی جس کی حضرت ابراہیم نے قسم کھائی تھی۔ آج بھی وہی حضرت ابراہیم کا ایک اور دائمی خدا ہے اور صرف اُسی کو قربانی دی جا سکتی ہے۔

اور وہ قربانی جو ہمیں کرنی چاہئے کیا ہے؟

یقیناً وہ زبردست قربانی ہے۔ ہماری اپنی ذات کی قربانی ہے۔

حضرت عیسیٰ جن پر خدا کی رحمت اور برکت ہو اُن کی تلقین کو یاد کرو جس نے اپنی زندگی تلاش کی وہ اُس کو نہ پائے گا۔ اور جس نے اپنی زندگی میری خاطر کھوئی وہ اسے پائے گا۔ (متی کی انجیل باب ۱۰۔ آیت ۳۹)

سچائی کے لئے ہمیں خدا کی رضاجوئی درکار ہے۔ ہم کو جان اور دل سے مسلمان ہونا چاہئے اور ہر چیز میں خدا کی رضاجوئی ضروری ہے۔ ہم کو اس زندگی میں کوئی چیز۔ کوئی چیز۔ کوئی چیز خدا سے عزیز نہیں رکھنی چاہئے۔ نہ بیٹا۔ نہ بیوی۔ نہ لڑکی۔ نہ دولت۔ نہ آرام۔ اور نہ دنیاوی حشم۔ بلکہ ہم کو زبردست قربانی کرنی چاہئے اور وہ ہماری ذات ہے۔ مسلمان ہو کر۔ اللہ کی کامل رضاجوئی کے بدولت ہم خدا کے پہچاننے کے در پر پہنچتے ہیں۔ ہم اُس سے گذرتے ہیں اور اللہ کے قریب تر ہوتے جاتے ہیں۔ ہاں اور حقیقت میں اس زندگی میں بھی زندگی کے بند ڈھیلے کر دیئے جاتے ہیں تاکہ ہماری روح آزاد رہے۔

یہاں تک ہم میں سے ہر ایک فرد کے لئے ہدایت ہے۔ اب ہم کو اپنے خیالات مسلم قوم کی طرف منعطف کرنے چاہئے۔ جو اس پریشان دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہے۔ آجکل جن مشکلوں کا سامنا مسلمانوں کو کرنا پڑ رہا ہے۔ اُس کا حل وہ دنیا کے کسی حصہ میں رہتے ہوئے اسلامی تعلیم پر کاربند ہونے میں ملیگا۔ بے شک صبر و استقلال اور برادرانہ رواداری کی ضرورت پڑیگی قبل اس کے کہ مختلف معاملات کا حسب دلخواہ حل عمل ہو سکے۔ لیکن یہ ہچکچاہٹ کیوں ہے۔ کیا یہ صبر۔ استقلال اور برادرانہ رواداری مسلمانوں کے حقیقی اوصاف نہیں ہیں۔

معاملات حل طلب فلسطین میں ہیں۔ ہندوستان میں سیلون میں۔ انڈونیشیا میں اور جنوبی افریقہ میں۔ حقیقت میں آج دنیا میں ہمیں کوئی جماعت یا زمین کا چپہ ایسا نہ ملیگا جس کو شدید مشکلوں سے سامنا نہ کرنا پڑا۔

ان میں سے بعض سوالات پر ہمیں سچائی کے اصول کی روشنی میں غور کرنا چاہئے۔

فلسطین۔ اصل معاملہ عرب اور یہودیوں کے درمیان ہے۔ جو نسل شامی ہونیکے لحاظ سے بھائی بھائی ہیں۔ دونوں ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ بھائی جو صدیوں سے ساتھ ساتھ رہتے چلے آئے

ہیں۔ یقیناً ان باتوں میں دوستی اور مستحکم سمجھوتہ کے لئے بہت سے مسالے موجود ہیں۔ طاقتور اور غیر ہمدرد قوموں کے بیرونی دباؤ کو ناانصافی سے تسلیم نہ کیجئے۔

ہندوستان:۔ بیرونی صورت اس معاملہ کی بہتر ہے۔ زبردستی۔ دشمنی اور جہالت کی غیر قانونی باتوں سے بھری ہوئی ہے لیکن اصولاً کیا کوئی کشادہ اور مستقل بنیاد محفوظ اور صلح سے رہنے کی نہیں ہے۔ ہم کو اس سوال پر غور کرنا چاہئے اور جو کچھ بھلائی اور خلوص سے اتفاق رائے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہندو ایک جل وملی کو نہیں مانتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہندو زندگی کی یکتائی کو تسلیم نہیں کرتے ہیں یعنی مخلوق کی برادری۔ اور مسلمانوں سے میں پوچھتا ہوں کہ ہندوؤں کو کس نے پیدا کیا۔ سوائے اس ایک جل وملی کے۔ پھر بھلا انسانی برادری کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ جس میں ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی اور دوسرے مذہب والے یا مذہب شامل نہیں ہیں۔ کیا مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ دوسری اقوام میں جو انبیاء بھیجے گئے وہ سب برابر نہیں ہیں۔ کیا یہ قرآن مجید کا ارشاد نہیں ہے کہ مذہب میں سختی نہ کرو۔ پھر رواداری کہاں ہے۔ پھر اختلاف کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم کو اسلام کے زندہ اصولوں کو کثرت کے ساتھ سمجھ کر اپنے عمل سے روشن کرنا چاہئے تاکہ دائمی امن کا دور دورہ ہو جائے۔

اب جنوبی افریقہ کو لیجئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں مسلمان اور ہندوؤں نے قومی تفریق کے عمل کی مخالفت یکجہتی کے اصول پر کی۔ یہ تفریق کیسے ہو سکتی ہے جبکہ جنوبی افریقہ کی سفید آبادی بھی اصلی آبادی نہیں ہے ہم کو دنیا کے ہر حصہ سے ہم آواز ہو کر اس قومی تفریق کی بدترین بیوقوفی کو مٹا دینا چاہئے۔ ہم کو اسلامی برادری کے رواج پر چلنا چاہئے۔ ہم کو صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر یہ جاننا چاہئے کہ بنی نوع انسان ایک خاندان ہے جس کا معاملات میں مطمح نظر صرف انسان ہے۔ نہ نسل کے لحاظ سے۔ نہ رنگ کی وجہ سے نہ قومیت کے سبب اور نہ مذہب کی بنیاد پر جہاں برادری کا تعلق ہے بلکہ اس ٹھوس غیر متزلزل انسانیت کی بدولت جو ہماری سب کی میراث ہے ہم کو ایک رائے ہونا چاہئے تاکہ امن اور خلوص تمام روئے زمین پر قائم ہو جائے۔

قصہ مختصر چونکہ یہ سالانہ تہوار جو حضرت ابراہیم کی یادگار میں آج انگریزوں کے سرزمین پر منایا جا رہا ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں کچھ انگریزوں سے عرض کروں۔ اگر وہ پہلے ہی سے اسلام سے واقف ہیں۔ تو

اُن کو اسلام کی بہت سے خوبیان پر غور کرنا چاہئے - اُن کو تسلیم کرنا چاہئے بلکہ سچائی کے نظارہ سے خوش ہونا چاہئے - جہاں کہیں بھی اُن کو دکھائی دے - اگر وہ اس وقت تک اسلام سے نا واقف ہیں اُن کو ہمت سے کام لیکر دین اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے اور جو کچھ علم حاصل ہو جائے اور سچائی نظر آئے اُن کو یہ چاہئے کہ تعصب جہالت اور غیر مانوسی کی تاریکی کو دور کریں جس نے یورپ میں اس مدت دراز تک اسلام کے شاندار چہرے کے خط وخال کو بگاڑ رکھا ہے - جس کی تعلیم کی بدولت یورپ والوں کی بہت سی تکلیفیں اور دنیا کے لوگوں کی بہت سی شکائتیں اس خالص اور اصلی برادری میں جذب ہو جائینگی - خدا ایسا ہی کرے -

ہاں آپ جو مسلمان ہیں اور جو اپنے دین کی باتوں میں یقین رکھتے اور ان سے ایسے خوش ہوتے جیسے کسی بڑی اچھی چیز کے پانے سے - اپنے مذہب کی پیروی کریں - دین کے لئے محنت کریں حالانکہ آپ مغربی ممالک میں رہتے ہیں - جہاں سرمایہ داری کی شدید برائیاں پرواز کر رہی ہیں غیر معمولی محنت - خود غرضی اور لاپرواہی بہت زیادہ ہے یہ طریقے نہ دانشمندوں کے ہیں نہ راست بازوں کے - اور نہ صلح کے بلکہ اسلامی اصول ہی صلح کے اصول ہیں -

اس لئے اس صلح کے طریقہ کی پیروی کرو - جو یقیناً خدا تک پہونچاتا ہے - لیکن یہ یاد رکھو کہ زندگی اگر جہاد ہے اور موجودہ زمانہ امن صرف لگاتار کوشش سے حاصل ہو سکتا ہے - اسلام تم کو امن میں برقرار رکھے گا چاہے کیسے ہی سخت آزمائش کیوں نہ ہو - آنحضرت صلعم کی ذات کو یاد کرو جنہیں انتہائی کامیابی نصیب ہوئی - اُن کی زندگی بھی بغیر سختی اور تکالیف کے نہیں گذری بلکہ اکثر تو انہیں بہت سخت جد وجہد بدبختی - علانیہ ناکامی اور شکست کے خلاف کرنی پڑی - یہ بات یاد رکھو کہ سچائی کو ناکامی نہیں ہے - وہ مضبوطی سے قائم رہتی ہے - یقیناً سچائی کا وقت آگیا ہے اور جھوٹ غائب ہونے والی چیز ہے -

صبر کرو اور پھر کوشش کرو - اور خدا سے مدد مانگو تاکہ تم کو کامیابی نصیب ہو -

خدا کی رحمت اور برکتیں تمہارے ساتھ رہیں - آمین

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز خطبہ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتماب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت [illegible] لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی [illegible] مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ ودو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین وامریکن [illegible] خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین [illegible] طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین وفوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض [illegible] تہجد تک کو خاص سوز وگداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ [illegible] مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے [illegible] پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب وامریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ وامریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ وتاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب ورسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک وشکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کرکے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعت اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز وہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد واحساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہئیے۔**

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت وہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی ووہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز وکامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری وآزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ وامریکہ میں فقط توحید ورسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کرکے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی ومغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) **ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے** (۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک ریڈنگ روموں اور لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ ہے (۷) ووکنگ مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ اور یورپ وامریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک واحتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز وخطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام میں امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ ... تو اسلام کی اشاعت وحمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) قربانی کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) **ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)** ایک کارگر نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کررہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ وقائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہوکر آئندہ کیلئے کسی حبیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) **ووکنگ مسلم مشن کا نظم ونسق** یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت ودیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت واشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔

(۱۲) **مشن کا مالی انتظام** (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور ودفتر ووکنگ انگلستان امپریسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد وخرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد وخرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) **ضروری ہدایات** ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam, The Mosque, Woking, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور ولنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

**تمام خط وکتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں**